INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ
عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوۃ کا ترجمان

جلد: ۲۷ | ۲۰ تا ۲۷/ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۳ تا ۳۰/ جون ۲۰۰۸ء | شمارہ: ۲۴

بدعت اور شرک میں ایک قدم کا فاصلہ

مرزا قادیانی کی موت پر سو سال

سفرِ آخرت کی تیاری

Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا سعید احمد جلال پوری

لطیفوں کا حکم

محمد فہیم انصاری، کراچی

س:...... اکثر لطیفے سنائے جاتے ہیں اور کتابوں و رسائل میں بھی شائع ہوتے ہیں، یہ صاف ستھرے بھی ہوتے ہیں، مگر حقیقت پر مبنی نہیں ہوتے، صرف ہنسانے کے لئے ہوتے ہیں، مثال کے طور پر ’’دو آدمی جارہے تھے‘‘ وغیرہ وغیرہ۔ یعنی یہ کہ سچ نہیں ہوتا ہے فرضی ہوتا ہے اور شاید جھوٹ ہوتا ہے کہ فلاں فلاں ’’دو آدمی جارہے تھے‘‘ کیا دوسروں کو ہنسانے کے لئے یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج:...... محض دوسروں کو ہنسانے یا وقت گزاری کے لئے لطائف و حکایات سنانا اگرچہ غلط ہے، لیکن اگر کسی مضمون کو سمجھانے یا دینی صلاحیت کو ابھارنے، تحریر و انشاء کی استعداد بڑھانے یا عبرت و موعظت کی غرض سے کوئی قصہ یا لطیفہ سنایا جائے تو جائز ہے، چنانچہ اکابر اہل علم کی کتب و دروس میں ایسے واقعات و لطائف بکثرت ملتے ہیں۔

وٹے سٹے کی شادی

محمد غلام اللہ، راولپنڈی

س:...... میں نے قسم کھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا (ناجائز) اس کے بعد میں نے وہ کام کرلیا اور کرتا رہا پتہ نہیں کتنی بار کیا، اس کے بعد میں نے پھر قسم کھائی اور پھر وہ کام کیا اور برابر کرتا رہا اور تیسری بار قسم کھائی اور وہ بھی ٹوٹ گئی، اب پوچھنا یہ ہے کہ مجھے تین قسموں کا کفارہ دینا ہوگا یا جتنے بار وہ کام کیا اتنی بار کفارے دینے ہوں گے؟

ج:...... آپ کو تین قسموں کا کفارہ دینا ہوگا۔

س:...... کیا وٹے سٹے کی شادی جائز ہے؟ میں نے سنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند فرمایا ہے، حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں؟

ج:...... اگر وٹے سٹے کی شادی میں ہر عورت کا الگ حق مہر مقرر کرلیا جائے تو جائز ہے، اگر ایک عورت کا حق مہر دوسری عورت کو قرار دیا جائے تو ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آخری صورت کو منع فرمایا ہے۔

س:...... مجھے نماز میں وہم ہوتا ہے کہ آیا میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار یعنی چار رکعتیں پڑھنے کے بعد بھی وہم پڑ جاتا ہے، اس کا علاج بتادیں؟

ج:...... جس طرف گمان غالب ہو اس پر عمل کرکے نماز پوری کرلیں اور آخر میں سجدہ سہو کرلیا کریں۔

س:...... اگر کوئی قسم کا کفارہ ادا کئے بغیر مر جائے تو اس کی کیا سزا ہے؟

ج:...... ظاہر ہے وہ حق اللہ ہے، اس کی ادائیگی اس پر لازم تھی، نہیں کی تو جس طرح دوسرے گناہوں کی سزا ہوتی ہے، اس کی بھی اس کو سزا بھگتنا ہوگی، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے معاف فرمادیں۔

سفلی سے سفلی کی کاٹ

محمد فہیم انصاری، کراچی

س:...... اگرچہ قرآن کریم میں روحانی علاج موجود ہے، یعنی سفلی، بندش یا جادو وغیرہ۔ لیکن کیا سفلی کا علاج سفلی سے کرنا یا کروانا جائز ہے یا ناجائز؟ کیونکہ بعض اوقات بدمعاش کو بدمعاشی سے ہی قابو کیا جاتا ہے، شریفانہ طریقے سے وہ قابو میں شاید نہ آئے۔ اس بارے میں کچھ معلومات ہم کو ارشاد فرمادیں؟

ج:...... سفلی کا علاج قرآن و حدیث کی مبارک آیتوں و دعاؤں سے کیا جاسکتا ہے، تاہم سفلی سے سفلی کی کاٹ تب کی جاسکتی ہے کہ علاج کرنے والا کفریہ یا شرکیہ الفاظ پر مشتمل عمل نہ کرے، اگر اس کا یقین نہ ہو کہ سفلی کی سفلی کے ذریعہ کاٹ کرنے والا عامل کفر و شرک کے الفاظ استعمال نہیں کرے گا تو اس سے علاج نہ کروایا جائے، اگر وہ شخص بظاہر متبع شریعت ہے اور وہ ایمان و کفر کو جانتا ہے اور یقین ہے کہ ایسے الفاظ استعمال نہیں کرے گا، تو علاج جائز ہے۔

ہفت روزہ ختمِ نبوة

مجلسِ ادارت

مولانا سعید احمد جلالپوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — مولانا قاضی احسان احمد
عبداللطیف طاہر

جلد:۲۷ — ۲۰ تا ۲۶/ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۴ تا ۳۰/ جون ۲۰۰۸ء — شمارہ:۲۴

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

کمپوزنگ
محمد فیصل عرفان خان۔

اس شمارے میں!

جشن خلافت:

قادیانی عقائد و نظریات کے آئینہ میں!	۳	مولانا سعید احمد جلال پوری
مرزا قادیانی کی موت پر سو سال	۸	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
ذلت و رسوائی کا ذمہ دار! مسٹر یا ملّا؟	۷	مولانا سعید احمد جلال پوری
بدعت اور شرک میں ایک قدم کا فاصلہ	۱۲	مولانا محمد شہاب الدین ندوی
سفر آخرت کی تیاری	۲۱	جناب ابو فراز
بزم اطفال	۲۵	مولانا قاضی احسان احمد

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:2780337, 4234476 Fax:2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road Multan
Ph:4583486-4514122 Fax:4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

جشن خلافت

قادیانی عقائد ونظریات کے آئینہ میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

بلاشبہ ہر انسان اپنی خواہش وآرزو کی تکمیل وتحصیل پر خوش اور ناکامی ونامرادی پر مغموم ومحزون ہوتا ہے، لیکن عجیب بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اولاد وذریت اس فطری اصول سے ہٹ کر اپنی کسی ناکامی کو ناکامی نہیں سمجھتی، بلکہ وہ اپنی ہر بدقسمتی اور حرماں نصیبی پر خوشی کے شادیانے بجاتی اور جشن مناتی آئی ہے، قادیانی تاریخ کا جائزہ لیجئے تو وہ گزشتہ سو سال سے اس پر عمل پیرا ہے۔

گزشتہ سو سال سے قادیانی امت کو کس قدر اور کتنا بار ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑا؟ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں، اس کی تفصیلات طویل بھی ہیں اور وقت طلب بھی، مگر بہرحال انہوں نے ہمیشہ اس ذلت ورسوائی کو اپنے لئے باعث عزت وافتخار سمجھا، شاید ان کا خیال ہوگا کہ: بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟

کچھ اسی طرح کا معاملہ اس بار بھی ہوا کہ گزشتہ کئی ہفتوں سے قادیانی میڈیا پر یہ خبر بڑی شد ومد سے سرگرم تھی کہ قادیانی امت ۲۶/مئی ۲۰۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد مرزائی خلافت کے سو سال پورے ہونے پر ”جشن خلافت“ منا رہی ہے اور وہ اس کی بھرپور تیاری میں مصروف ہے۔ ”جشن خلافت“ کا پس منظر یہ ہے کہ ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو مسیلمہ پنجاب اور کذاب قادیان مرزا غلام احمد قادیانی وبائی ہیضہ کے عذاب میں مبتلا ہوکر ہلاک ہوگیا تھا، چونکہ اس کی موت و ہلاکت کے بعد اس کی خلافت کی گدی پر اس کی نامردی کے معالج ومرید خاص حکیم نور الدین بھیروی کو بٹھایا گیا اور وہ اس کا جانشین وخلیفہ قرار پایا، یوں اس کے بعد سے اب تک قادیانی خلافت کا سلسلہ جاری ہے۔

چونکہ ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء سے ۲۶/مئی ۲۰۰۸ء تک قادیانی خلافت کو پورے سو سال ہوگئے ہیں، اس لئے قادیانی ”جشن خلافت“ منانا چاہتے تھے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ اپنے اس منصوبے اور پروگرام میں ناکام ہوگئے اور وہ جشن خلافت نہیں منا سکے، مگر بہرحال ان کی ناکامی بھی کامیابی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے اس پروگرام کے اعلان واظہار سے یقیناً بہت سارے مقاصد ومنافع حاصل کرلئے ہوں گے، مثلاً:

۱:.......انہوں نے اس جشن کے نام پر حسب معمول خوب چندہ اور فنڈ اکٹھا کیا ہوگا۔

۲:.......انہوں نے اس کے ذریعے اپنے ناپاک وجود کا احساس اور اپنی نام نہاد کارکردگی کا ڈھنڈورا پیٹا ہوگا۔

۳:.......اس کے ذریعے اپنی جھوٹی شہرت اور مظلومیت کا پروپیگنڈا کیا ہوگا۔

۴:.......اپنے آقاؤں اور سرپرستوں کو باور کرایا ہوگا کہ ہمارے ساتھ امتیازی اور غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے جشن خلافت پر پابندی عائد کردی گئی ہے۔

۵:.......دنیا بھر کی سیدھی سادی عوام اور مسلم اکثریت کو ”خلافت“ کے نام پر دھوکا دیا ہوگا اور اپنے آپ کو مسلمان باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہوگی۔

۶:.......اپنے جاہل کارکنوں اور بھولے بھالے قادیانیوں کو مطمئن کرکے اپنی یا ان کی سیاسی پناہ کا جواز تلاش کیا ہوگا۔

۷:.....اس کی بدولت انہوں نے لاتعداد کارکنوں کو مختلف ممالک میں سیاسی پناہ دلائی ہوگی۔

۸:.....رائل فیملی،خصوصاً قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کے برطانیہ جابیٹھنے کی حکمت عملی سمجھائی ہوگی۔

۹:.....بہت سارے نوجوانوں اور سیدھے سادے مسلمانوں کو اپنے خلاف روا رکھے جانے والے امتیازی سلوک کے نام پر اپنا ہم نوا بنایا ہوگا،ان سے بیعت فارم پُر کروایا ہوگا اور ان کو یورپ،افریقہ اور امریکا وغیرہ ایسے ممالک میں سیاسی پناہ دلا کر اپنا کمیشن کھرا کیا ہوگا۔

۱۰:.....اپنی روایتی بزدلی پر پردہ ڈالا ہوگا،اور اپنی زیر زمین سرگرمیوں کا جواز تلاش کیا ہوگا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض قادیانی امت:''بے حیا باش ہرچہ خواہی کن'' کے مصداق ایسی بے باک اور فاطر الحیاء ہے کہ وہ ہر ذلت سے عزت اور ہر شکست سے فتح اور ہر خست سے عزت اور ہر خفت سے عظمت کا مفہوم نکال لیتی ہے۔شاید ان کے وجود و بقا کا راز ہی اسی میں ہے،اور کیوں نہ ہو کہ ان کا ابا مرزا غلام احمد قادیانی محمدی بیگم سے نکاح کی جھوٹی پیشینگوئی کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیتے ہوئے خود اپنے بارہ میں لکھتا ہے:

''میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی...تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں،مجھ کو ذلیل کیا جاوے،روسیاہ کیا جاوے،میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے،مجھ کو پھانسی دے دیا جاوے،ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں...اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے لئے سولی تیار رکھو اور تمام شیطانوں اور بدکاروں اور لعنتیوں سے زیادہ مجھے لعنتی قرار دو....''

(جنگ مقدس،ص:۲۱۱،روحانی خزائن،ص:۲۹۳،ج:۶)

دیکھئے!مرزا جی نے اپنی ذلت سے کیسی عزت کشید کرنا چاہی؟مگر افسوس کہ جس طرح مرزا جی اپنی ذلت سے عزت حاصل نہ کرسکے،بلکہ ذلیل کے ذلیل رہے،ٹھیک اسی طرح اس کی اولاد بھی اپنے آپ کو اور مرزا جی کو بُرا بھلا کہنے کے باوجود کوئی عزت وشہرت نہ پاسکی۔

قطع نظر اس کے کہ قادیانی پاکستان میں جشن خلافت نہ منا سکے اور ان کو اپنے اس مقصد میں ناکامی ہوئی،تاہم سوال یہ ہے کہ ان کا ''جشن خلافت'' منانا صحیح بھی ہے یا نہیں؟کہیں یہ مرزا غلام احمد کی موت پر خوشی منانے کے مترادف تو نہیں؟اس لئے کہ:

۱:.....۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت واقع ہوئی،اب ایک سو سال بعد ۲۶/مئی ۲۰۰۸ء کو اس کی موت کو پورے سو سال ہوئے ہیں،لہٰذا اس موقع پر خوشی منانا مرزا کی موت کی خوشی نہ کہلائے گی؟اگر نہیں تو کیوں؟

۲:.....مرزائی کہا کرتے ہیں کہ:''اجرائے نبوت ایک نعمت ہے اور یہ نعمت اگر بنی اسرائیل میں باقی تھی تو امت مسلمہ اس سے محروم کیوں ہے؟''سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی موت پر...قادیانیوں کے بقول...''نبوت جیسی نعمت'' کے خاتمہ اور اجرائے خلافت پر قادیانیوں کے جشن منانے کا یہ معنی نہیں ہوگا کہ خود قادیانی امت بھی ''نبوت جیسی نعمت'' کے انقطاع پر جشن منا رہی ہے؟

۳:.....کیا آج تک کبھی کسی نے اپنے بڑے کی موت اور چھوٹے کی تاج پوشی پر خوشی منائی ہے؟اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا کہا جائے کہ چھوٹے کی تاج پوشی،بڑے کی موت سے زیادہ خوشی کی چیز ہے؟پھر عین اس دن جس دن مرزا غلام احمد قادیانی مرا تھا،جشن خلافت منانا کیا مرزا کی موت کا جشن نہ کہلائے گا؟

۴:.....کیا آج تک قادیانیوں نے مرزا کے دعویٰ نبوت پر بھی ''جشن نبوت'' منایا ہے؟اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیوں؟سوال یہ ہے کہ نبوت اہم ہے یا خلافت؟اگر نبوت اہم ہے تو خلافت پر خوشی کے جشن کا کیا معنی؟

۵:.....اگر بالفرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کے اجراء کی ضرورت تھی تو مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد نبوت کے اجراء کی ضرورت کیوں باقی نہیں رہی؟اور قادیانی امت اس محرومی پر کیوں جشن منانا چاہتی ہے؟

۶:.....اگر مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد نبوت کا کام ان کے خلفاء سنبھال سکتے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا مشن آپ کے خلفاءؓ اور امت کیوں نہیں سنبھال سکتی تھی؟اور اجرائے نبوت کی کیا ضرورت تھی؟

۷:.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت و رسالت کے اختتام اور ختم نبوت پر قرآن کریم کی ایک سو سے زائد آیات اور دو سو سے زائد احادیث اور پوری امت کا اجماع ہے، سوال یہ ہے کہ اجرائے نبوت پر بھی کوئی ایک آدھ قرآنی آیت، حدیث یا نص موجود ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اجرائے نبوت کا کیا معنی؟

۸:.....آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلسلہ نبوت کے اختتام کے تناظر میں اجرائے خلافت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء '' (بخاری، ص:۴۹۱، ج:۱) سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی یہ اعلان کیا تھا کہ میرے بعد نبوت نہیں، خلافت ہوگی؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کہاں اور کس کتاب میں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جشن خلافت کا کیا معنی؟

۹:.....مرزا غلام احمد قادیانی کی موت اور قادیانی خلافت کے اجراء کے سو سال ہونے پر جشن خلافت منانے کا یہ معنی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا آقائے دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں اور ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان کا دعویٰ محض دھوکا اور فریب ہے، اگر نہیں تو ان کا جشن خلافت منانے کا کیا معنی؟ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت و وفات کو سو سال ہوئے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو اس کا یہ معنی نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ ایمان استوار کرنے کے بجائے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے خلفاء سے رشتہ جوڑنے پر جشن منا رہی ہے؟

۱۰:.....کیا مرزائیوں کے ''جشن خلافت'' کے اعلان سے یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی امت کا عقیدۂ اجرائے نبوت، اور اجرائے نبوت کو نعمت قرار دینا یا اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی قرار دینا، خالص دھوکا، فریب اور فراڈ ہے، اگر ایسا نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا مرزا کی نبوت پر ایمان لانا، پھر مرزا قادیانی کے بعد عقیدۂ اجرائے نبوت سے انحراف، مرزا کے بعد اجرائے خلافت پر ایمان، اس پر خوش ہونا اور اس پر جشن منانا، اس بات کی کھلی دلیل نہیں کہ خود مرزائی بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد اجرائے نبوت کے نہ صرف قائل نہیں، بلکہ وہ مرزا کے بعد اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

ان تفصیلات کے بعد کیا کہا جائے کہ مرزائیوں کا قرآن و سنت اور اجماع امت پر ایمان ہے؟ نہیں، یقیناً نہیں! اگر ایسا ہوتا تو مرزائی امت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئے نبی کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی؟ اسی طرح اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کے بعد خلافت راشدہ پر ایمان رکھتے یا ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن و سنت اور اجماع امت پر عقیدہ ہوتا تو وہ سو سالہ نہیں چودہ سو سالہ خلافت کا جشن مناتے۔ جب ایسا نہیں تو دو اور دو چار کی طرح واضح ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والوں کا نہ قرآن پر ایمان ہے نہ حدیث پر، نہ اجماع امت پر، نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ اسلامی خلافت پر بلکہ وہ ایک نئے اور خود ساختہ نبی اور خود ساختہ خلافت پر ایمان رکھتے ہیں، بلکہ دیکھا جائے تو ان کا مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدۂ اجرائے نبوت پر بھی ایمان نہیں، اگر ایسا ہوتا تو وہ جشن خلافت کیوں مناتے؟ لہٰذا ان کا نہ تو امت مسلمہ سے کوئی علاقہ اور رشتہ ہے اور نہ ہی مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی تعلیمات پر ایمان ہے، بلاشبہ ان کا حال اس کا مصداق ہے کہ: ''دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔''

لہٰذا حکومت پاکستان، ارباب اقتدار اور پوری امت مسلمہ اور خصوصاً اہالیانِ پاکستان پر لازم ہے کہ ایسے باغیانِ نبوت و خلافت اور بدمذہبوں کا بھرپور محاسبہ کیا جائے اور ان کے منہ میں لگام دی جائے، اور ان کو اس بغاوت، عدوان اور ضلالت و گمراہی کی ترویج پر قرار واقعی سزا دی جائے اور امت مسلمہ کے سیدھے سادے مسلمانوں کو ان کی ریشہ دوانیوں سے بچاتے ہوئے ان کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

ضروری اطلاع

موجودہ ہوشربا مہنگائی اور گرانی کی وجہ سے کاغذ کی قیمتوں میں بھی روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہفت روزہ ختم نبوت کا خسارا کم کرنے کے لئے احباب کے مشورہ سے مجبوراً ۳ روپے کا اضافہ کرنا طے پایا ہے، لہٰذا شمارہ ۲۵ سے فی شمارہ قیمت: ۱۰ روپے ہوگی۔ ایجنسی ہولڈرز نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

درسِ حدیث

کھانے کے آداب واحکام

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت کھانے کے بعد ہاتھ دھونا ہے، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا کہ میں نے تورات میں یہ پڑھا ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا ہے۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۶،۷)

یہاں چند امور لائق ذکر ہیں:

۱:...... یہ حدیث، جیسا کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا ہے، ضعیف ہے، لیکن شدید ضعیف نہیں، فی الجملہ قابل قبول ہے۔

۲:...... حدیث میں کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد وضو کرنے کا ذکر ہے، مگر میں نے وضو کا ترجمہ ''ہاتھ دھونے'' سے کیا ہے، کیونکہ آگے صفحہ ۸ پر حضرت عکراش رضی اللہ عنہ کا قصہ آرہا ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ دھونے کے بعد فرمایا: ''عکراش! یہ وضو ہے آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد۔''

۳:...... کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا صفائی کے لئے ہے، کیونکہ ہاتھ بے خیالی میں جگہ بے جگہ لگتا رہتا ہے، اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا کھانے کی چکنائی اور بو وغیرہ کو زائل کرنے کے لئے ہے، واللہ اعلم۔

۴:...... کھانے کے لئے گٹوں تک ہاتھ دھونے چاہئیں، بعض متکبرین صرف انگلیاں دھو لیتے ہیں، اور بعض صرف داہنا ہاتھ دھو لیتے ہیں، یہ دونوں فعل خلاف سنت ہیں۔

۵:...... کھانے سے پہلے ہاتھ دھوئے جائیں تو ان کو تولئے یا کپڑے سے پونچھنا نہیں چاہئے، کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر تولیہ استعمال کرسکتے ہیں۔

۶:...... ایک روایت میں ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا ایک نیکی ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا دو نیکیاں ہیں۔ بعض اکابرؒ نے فرمایا کہ: کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا تورات کی شریعت ہے، جیسا کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا، اور کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ہے، اس لئے اس پر دوگنا اجر ہے۔ (اتحاف)

کھانے سے پہلے وضو نہ کرنے کے بیان میں

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جائے ضرورت سے باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا، عرض کیا گیا کہ: کیا وضو کا پانی لائیں؟ فرمایا: مجھے وضو کا حکم صرف اس وقت دیا گیا ہے جبکہ نماز کے لئے اٹھوں۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۷)

یعنی وضو صرف نماز کے لئے (اور نماز کے حکم میں جو چیزیں ہیں، ان کے لئے) ضروری ہے، کھانے سے پہلے وضو ضروری نہیں، بلکہ ہاتھ صاف کرلینا کافی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو پسند نہیں فرماتے تھے، نیز سالن کے پیالے کے نیچے روٹی رکھنے کو مکروہ قرار دیتے تھے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

روٹی پیالے کے نیچے رکھنا تو بلاشبہ مکروہ ہے کہ اس میں کھانے کی بے قدری ہے، لیکن کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو ناپسند فرمانے کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی، جبکہ احادیث میں اس کی ترغیب آئی ہے، یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں، لیکن ان میں مجموعی طور پر فی الجملہ قوت پائی جاتی ہے، چنانچہ اکثر اہل علم نے کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو آداب میں شمار کیا ہے، واللہ اعلم!

گھیا کدو کھانے کے بیان میں

''ابو طالوت رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ گھیا کدو کھا رہے تھے اور اسے مخاطب کرکے فرما رہے تھے: واہ! تو مجھے کس قدر مرغوب ہے؟ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجھے پسند فرماتے تھے۔''

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ سالن کی رکابی میں گھیا کدو کے قتلے تلاش کر رہے تھے، پس اس وقت سے میں ہمیشہ اس ترکاری کو پسند کرنے لگا۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۷)

زیتون کا تیل کھانے کے بیان میں

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھایا کرو اور اس کو بدن پر ملا کرو، کیونکہ یہ بابرکت درخت سے ہے۔'' (ترمذی ج:۲ ص:۷)

اس حدیث شریف میں زیتون کا تیل کھانے اور اس کو بدن پر ملنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

مرزا قادیانی کی موت پر سو سال

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی کا لاہور میں بمرض ہیضہ انتقال ہوا۔ ۲۶؍مئی ۲۰۰۸ء کو مرزا قادیانی کی موت پر سو سال پورے ہوگئے۔ قادیانی جماعت نے صد سالہ خلافت جوبلی منانے کا اعلان کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک میں قادیانی شرانگیزی اور مرزا قادیانی کے کذب کو واضح کرنے کے لئے ’’ایک سو ختم نبوت کانفرنسیں‘‘ ملک بھر میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان سطور کی تحریر کے وقت ’’۸۱؍ختم نبوت کانفرنسیں‘‘ چاروں صوبوں میں منعقد ہوچکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری ہے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کے جانشین مولانا محمد الیاس چنیوٹی نے ۲۶؍مئی کو لاہور میں صد سالہ ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا ہے۔

قادیانی جماعت نے صد سالہ خلافت جوبلی منانے کا اعلان کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک میں قادیانی شرانگیزی اور مرزا قادیانی کے کذب کو واضح کرنے کے لئے ’’ایک سو ختم نبوت کانفرنسیں‘‘ ملک بھر میں منعقد کرنے کا فیصلہ کیا

مرزا قادیانی کی موت کے سو سال پورے ہونے پر قادیانی جماعت کا جشن منانا بالکل ایسے ہے جیسے ایک چور کو چوری کرتے کرتے سو سال پورے ہوجائیں تو وہ اپنی ’’کارکردگی‘‘ پر صد سالہ جشن کا اعلان کردے تو اس عمل کو سوائے سینہ زوری کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ قادیانیت اور معقولیت کی آپس میں دشمنی ہے۔ بایں ہمہ قادیانی جماعت اگر توجہ فرمائے تو خود مرزا قادیانی کی موت، مرزا قادیانی کے کذب پر زبردست دلیل ہے۔ قادیانی جماعت مرزا قادیانی کی موت کے صد سالہ جشن کی بجائے مرزا قادیانی کی موت پر غور کرے تو اسے نشان ہدایت مل سکتا ہے۔ صرف تین امور پر غور وفکر کی مخلصانہ گزارش کے لئے یہ سطور لکھی جاتی ہیں۔ ’’ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ‘‘

امر اوّل:

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید جو پٹیالہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام ڈاکٹر عبدالحکیم خان تھا۔ بیس سالہ رفاقت اور مخلصانہ تابعداری کے بعد مرزا قادیانی سے برگشتہ ہوگئے تھے۔ مرزا قادیانی اپنے مخلص مرید کے باغی ہونے پر سخت اشتعال میں آگئے اور اسے مرتد قرار دے دیا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ:

’’عبدالحکیم خان نام ایک شخص جو اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ ہے۔ جو بیعت توڑ کر مرتد ہوگیا ہے۔‘‘

(حقیقت الوحی ص۶۹، خزائن ج۲۲ ص۷۲،۱۳۱)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی سے صرف علیحدگی اختیار نہیں کی۔ بلکہ مرزا قادیانی کے مقابلہ میں سینہ تان کر کھڑا ہوگیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود تحریر کرتے ہیں:

’’اس امر سے اکثر لوگ واقف ہوں گے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب جو تخمیناً بیس برس تک میرے مریدوں میں داخل رہے چند دنوں سے مجھ سے برگشتہ ہوکر سخت مخالف ہوگئے ہیں اور اپنے رسالہ المسیح الدجال میں میرا نام کذاب، مکار، شیطان، دجال، شریر، حرام خور رکھا ہے اور مجھے خائن اور شکم پرست اور نفس پرست اور مفسد اور مفتری اور خدا پر افتراء کرنے والا قرار دیا ہے اور کوئی ایسا عیب نہیں ہے جو میرے ذمہ نہیں لگایا۔ گویا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ان تمام بدیوں کا مجموعہ میرے سوا کوئی نہیں گزرا اور پھر اسی پر کفایت نہیں کی۔ بلکہ پنجاب کے بڑے بڑے شہروں کا دورہ کر کے میری عیب شماری کے بارہ میں لیکچر دیئے اور لاہور اور امرتسر اور پٹیالہ اور دوسرے مقامات میں انواع واقسام کی بدیاں عام جلسوں میں میرے ذمہ لگائیں اور میرے وجود کو دنیا کے لئے ایک خطرناک اور شیطان سے بدتر ظاہر کر کے ہر ایک لیکچر میں مجھ پر ہنسی اور ٹھٹھا اڑایا۔ غرض ہم نے اس کے ہاتھ سے وہ دکھ اٹھایا جس کے بیان کی حاجت نہیں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۵۸،۵۵۷)

قادیانیت ترک کرنے کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے مرزا قادیانی کے بارے میں کیا خیالات تھے۔ مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا تحریر سے عیاں ہیں۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا قادیانی کی موت سے متعلق ایک پیش گوئی بھی کی۔ جسے خود مرزا قادیانی کے الفاظ میں پڑھئے:

”پھر میاں عبدالحکیم صاحب نے.... ہر ایک لیکچر کے ساتھ یہ پیشگوئی بھی صدہا آدمیوں میں شائع کی کہ مجھے خدا نے الہام کیا ہے کہ یہ شخص تین سال کے عرصہ میں فنا ہو جائے گا اور اس کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ کیونکہ کذاب اور مفتری ہے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۵۸)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا کہنا تھا کہ مرزا قادیانی کذاب ومفتری ہے۔ تین سال کے عرصہ میں فوت ہو جائے گا۔ اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ وہ تین سال کب سے شروع ہو کر کب پورے ہوں گے۔ خود مرزا قادیانی کی زبانی سنئے۔ لکھتے ہیں کہ:

”میں (مرزا قادیانی) نے اس کی ان پیشگوئیوں پر صبر کیا مگر آج ۱۴؍اگست ۱۹۰۶ء ہے۔ پھر اس کا خط ہمارے دوست فاضل جلیل مولوی نورالدین کے نام آیا۔ اس میں بھی میری نسبت کئی قسم کی عیب شماری اور گالیوں کے بعد لکھا ہے کہ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء کو خدا تعالیٰ نے اس شخص کے ہلاک ہونے کی خبر مجھے دی ہے کہ اس تاریخ سے تین برس تک ہلاک ہو جائے گا۔“ (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۵۸)

اس حوالہ سے معلوم ہوا کہ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء سے تین سال کے عرصہ تک اگر مرزا قادیانی کی موت واقع ہو جائے تو ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی پیشگوئی پوری ہوگی۔ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۶ء سے ۱۲؍جولائی ۱۹۰۹ء تک تین سال پورے ہو جاتے ہیں۔ عبدالحکیم خان کی پیشگوئی کے مطابق مرزا قادیانی کو اس عرصہ میں مر جانا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے بھی عبدالحکیم خان کے مقابلہ میں ایک پیشگوئی جڑدی اور اسے الہام خداوندی قرار دیا۔ مرزا قادیانی کے الہام کے دو فقرے اور مرزا قادیانی کی طرف سے ان کی تشریح پیش خدمت ہے:

”خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کا یہ فقرہ کہ: وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے عبدالحکیم خان کے اس فقرہ کا رد ہے کہ جو مجھے کاذب اور شریر قرار دے کر کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ گویا میں کاذب ہوں اور وہ صادق اور مرد مصلح ہے اور میں شریر اور خدا تعالیٰ اس کے رد میں فرماتا ہے کہ جو خدا کے خاص لوگ ہیں وہ سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں ذلت کی موت اور ذلت کا عذاب ان کو نصیب نہیں ہوگا۔ اگر ایسا ہو تو دنیا تباہ ہو جائے گی اور صادق اور کاذب میں کوئی امر خارق نہ رہے گا...... ”فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے“ اس فقرہ میں عبدالحکیم خان مخاطب ہے اور فرشتوں کی کھینچی ہوئی تلوار سے آسمانی عذاب مراد ہے کہ جو بغیر ذریعہ انسانی ہاتھوں کے ظاہر ہوگا۔“...... ”رب فرق بین صادق وکاذب۔ انت تریٰ کل مصلح وصادق“ یعنی اے میرے خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا تو جانتا ہے کہ صادق اور مصلح کون ہے۔ اس فقرہ الہامیہ میں عبدالحکیم خان کے اس قول کا رد ہے جو وہ کہتا ہے کہ صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا۔ پس چونکہ وہ اپنے تئیں صادق ٹھہراتا ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ تو صادق نہیں ہے۔ میں صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلاؤں گا۔“ (مجموعہ اشتہارات ج۳ص۵۵۹،۵۶۰)

قارئین! عبدالحکیم خان کا کہنا ہے کہ مرزا مفتری وکذاب ہے۔ ۱۲؍جولائی ۱۹۰۹ء تک مر جائے گا۔ مگر اس کے مقابلہ پر مرزا قادیانی کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامتی کا شہزادہ قرار دیا ہے۔ صادق وکاذب میں خدا تعالیٰ فرق ظاہر کرے گا۔ غرض جو پہلے مرے وہ کاذب وشریر اور جو زندہ رہے وہ صادق وسلامتی کا شہزادہ۔ گویا دونوں پہلوان عبدالحکیم خان اور مرزا قادیانی، اکھاڑے میں کھڑے اپنے سامنے دوسرے کے مرنے کی پیش گوئی کر رہے ہیں۔ اسی اثناء میں یہ مرحلہ بھی آیا۔ مرزا قادیانی نے نومبر ۱۹۰۷ء میں تحریر کیا کہ میرے دشمن جو جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ ماہ کے اندر میرے مرنے کی پیش گوئی کرتے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام کئے۔ چند عربی الہامات کے بعد ایک اردو الہام بھی شائع کیا۔ جو بڑا واضح اور فیصلہ کن ہے۔ ملاحظہ ہو:

”واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشینگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا۔“
(آئینہ کمالات اسلام ص:۲۸۸،
روحانی خزائن ج:۵ ص:۲۸۸)

’’اور پھر آخر میں (خدا نے) اردو میں فرمایا کہ میں تیری عمر کو بھی بڑھا دوں گا۔ یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں۔ یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں۔ ان سب کو میں جھوٹا کروں گا اور تیری عمر بڑھا دوں گا۔ تا معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔ یہ عظیم الشان پیش گوئی ہے۔ جس میں میری فتح اور دشمن کی شکست اور میری عزت اور دشمن کی ذلت اور میرا اقبال اور دشمن کا ادبار بیان فرمایا ہے اور دشمن پر غضب اور عقوبت کا وعدہ کیا ہے۔ مگر میری نسبت لکھا ہے کہ دنیا میں تیرا نام بلند کیا جائے گا اور نصرت اور فتح تیرے شامل حال ہوگی اور دشمن جو میری موت چاہتا ہے وہ خود میری آنکھوں کے روبرو اصحاب الفیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۹۱)

غرض مرزا کی اس الہامی عبارت سے معلوم ہوا کہ جب کہ دونوں میں سے جو پہلے مرے وہ جھوٹا، اور بقول مرزا اسے خدا تعالیٰ نے یقین دلا دیا کہ:

۱..... تو سلامتی کا شہزادہ ہے۔

۲..... تیرے دشمن کی پیش گوئی تیرے مرنے کی بابت جھوٹی ہوگی۔

۳..... تیرا دشمن تیرے سامنے مرے گا۔

۴..... تیری عمر لمبی ہوگی۔

۵..... تیرے جیتے جی تیرا دشمن تیرے سامنے نیست ونابود وہلاک ہوجائے گا۔

تمبر ۱۹۰۹ء سے پہلے مرزا قادیانی مرجائے تو عبدالحکیم خان کی پیشگوئی پوری ہوگی اور مرزا مفتری

’’خدا تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ ان اللّٰہ لا یھدی من ھو مسرف کذاب سوچ کر دیکھو کہ اس کے یہی معنی ہیں جو شخص اپنے دعویٰ میں کاذب ہو، اس کی پیشینگوئی ہرگز پوری نہیں ہوتی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص:۳۲۲، ۳۲۳، روحانی خزائن ج:۵ ص:۳۲۲، ۳۲۳)

وکذاب ثابت ہوگا اور اگر اس تاریخ تک مرزا قادیانی زندہ رہا اور اس کی زندگی میں عبدالحکیم خان مرجائے تو صادق وکاذب میں فرق ہوگیا۔

لیجئے لگے ہاتھوں مرزا قادیانی کی زندگی کی آخری تصنیف سے ایک حوالہ ملاحظہ ہو، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عبدالحکیم خان نے جولائی ۱۹۰۹ء کی بجائے ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے بھی پہلے مرزا قادیانی کے مرنے کی تاریخ مقرر کردی۔ عبدالحکیم خان کتنا سخت جان قوی الارادہ دشمن ہے، جو جولائی ۱۹۰۹ء سے تمبر ۱۹۰۹ء، پھر ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے مرزا قادیانی کے مرنے کی پیشگوئی کرتا ہے۔ مگر مرزا قادیانی کا ملہم اسے حوصلہ دیتا ہے کہ ڈٹے رہو۔ ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے تم نہیں مرو گے۔ بلکہ پہلے تمہارا دشمن ہلاک ہوگا۔ لیجئے قارئین! تاریخیں قریب سے قریب تر آئی جارہی ہیں، مرزا قادیانی اپنی آخری تصنیف میں تحریر کرتے ہیں:

’’تب اس (عبدالحکیم) نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴؍اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہوجاؤں گا۔ مگر خدا نے اس کی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۳۲۲، خزائن ج۲۳ ص۳۳۷)

ڈاکٹر عبدالحکیم خان کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی ۴؍اگست ۱۹۰۸ء سے قبل مرجائے گا۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ وہ (عبدالحکیم) خود ہلاک ہوگا اور یہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے جو سچا ہے خدا تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔

قارئین! مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرگیا اور عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کے مرنے کے دس سال بعد ۱۹۱۹ء تک زندہ رہے۔ اب قادیانی غور فرمائیں کہ سچا کون؟ اور جھوٹا کون؟۔

امر دوم:

مرزا قادیانی نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے خلاف ’’آخری فیصلہ‘‘ کے نام پر ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا۔ اس کی عبارت کا یہ حصہ بہت ہی قابل توجہ ہے:

’’مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے۔ اس کو صادق کی

زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور
نہایت سخت آفت میں، جو موت کے برابر
ہو، مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو
ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین!" ربنا افتح
بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير
الفاتحين • آمين "بالآخر مولوی
صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس
تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں
اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب
فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

(مجموعہ اشتہارات ج۳ ص۵۷۹)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے مقابلہ میں خداتعالی سے دعاء کون کر رہا ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی۔ دعاء کیا ہے کہ مفسد وکذاب کو صادق کی زندگی میں اٹھا لے۔ اٹھائے کیسے؟ موت یا سخت آفت جو موت کے برابر ہو اس میں مبتلا کرے۔ مرزا قادیانی نے فیصلہ خدا تعالی پر چھوڑ دیا۔ اب اس اشتہار کے ایک سال ایک مہینہ دس دن بعد مرزا قادیانی ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو مرکر ثابت کر گیا کہ وہ کذاب ومفسد تھا۔ سچے کی زندگی میں جھوٹا مر گیا۔

مرزا قادیانی کے مرنے کے چالیس سال بعد تک مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ زندہ رہے۔ ۱۹۴۹ء میں آپ کا سرگودھا میں انتقال ہوا۔ اب قادیانی حضرات غور فرمائیں کہ سچا کون؟ جھوٹا کون؟ جس مقدمہ کا فیصلہ خداتعالی کے ہاتھ میں تھا اس مقدمہ کا خداتعالی نے فیصلہ کر دیا۔ قادیانی کیوں توجہ نہیں فرماتے؟

امر سوم:

اب آخر میں یہ امر باقی رہ جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کی وفات کیسے واقع ہوئی؟ خود قادیانی کتب سے دو حوالہ جات ملاحظہ ہوں، مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم۔ اے تحریر کرتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود (مرزا
قادیانی) کی وفات کا ذکر آیا تو والدہ
صاحبہ (بیوی مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ
مسیح موعود کو پہلا دست کھانا کھانے کے
وقت آیا تھا...... لیکن کچھ دیر کے بعد آپ
کو پھر حاجت محسوس ہوئی اور غالباً ایک یا
دو دفعہ رفع حاجت کے لئے آپ پاخانہ
تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپ نے
زیادہ ضعف محسوس کیا...... آپ کو اتنا
ضعف تھا کہ آپ میری چارپائی پر ہی
لیٹ گئے۔ اتنے میں آپ کو ایک اور
دست آیا۔ مگر اب ضعف اس قدر تھا کہ
آپ پاخانہ نہ جاسکتے تھے۔ اس لئے
چارپائی کے پاس ہی بیٹھ کر آپ فارغ
ہوئے...... مگر ضعف بہت ہو گیا تھا۔ اس
کے بعد ایک اور دست آیا اور پھر آپ کو
ایک قے آئی۔ جب آپ قے سے
فارغ ہو کر لیٹنے لگے تو اتنا ضعف تھا کہ
آپ پشت کے بل چارپائی پر گر گئے اور
آپ کا سر چارپائی کی لکڑی سے ٹکرایا اور
حالت دگرگوں ہو گئی۔"

(سیرت المہدی ج۱ ص۹، طبع ۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء)

یہ حوالہ پکار پکار کر صدا لگا رہا ہے کہ دست، قے اور قے و دست کی حالت میں مرزا قادیانی مرے۔ یعنی دست آیا، قے آئی اور پھر گر گئے، سر چارپائی سے ٹکرایا، چارپائی کے نیچے اپنا کیا دھرا تھا، اس پر گرے اور وہیں پر مر گئے۔

دست و قے کو کیا کہتے ہیں؟ ہم نہیں کہتے خود مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے خسر اور صحابی، خلیفہ قادیان کے نانا جان، مرزا قادیانی کی اہلیہ کے والد قادیانی امت کی ام المومنین کے ابوجان سے سنئے وہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت (مرزا قادیانی) جس
رات کو بیمار ہوئے اس رات کو میں اپنے
مقام پر جا کر سو چکا تھا۔ جب آپ کو بہت
تکلیف ہوئی تو مجھے جگایا گیا تھا۔ جب میں
حضرت صاحب کے پاس پہنچا اور آپ کا
حال دیکھا تو آپ نے مجھے مخاطب کر کے
فرمایا، میر صاحب: "مجھے وبائی ہیضہ ہو گیا
ہے۔" اس کے بعد آپ نے کوئی ایسی
صاف بات میرے خیال میں نہیں فرمائی۔
یہاں تک کہ دوسرے روز دس بجے کے بعد
آپ کا انتقال ہو گیا۔"

(حیات ناصر ص۱۴، طبع دسمبر ۱۹۲۷ء)

مرزا قادیانی طاعون وہیضہ کو عذاب کہتا تھا۔ خود اس میں مبتلا ہوا۔ مندرجہ بالا حوالہ جات خود بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے مقرر کردہ اصولوں کی رو سے کاذب ومفتری تھا۔ اس سے بچنا، امت کو بچانا ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔

"اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه
وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. امين
بحرمة النبي الكريم"

☆☆............☆☆

"ہر ایک کو سوچنا چاہئے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۹۱، روحانی خزائن ج۲۲ ص۱۹۱، از مرزا غلام احمد قادیانی)

ذلت ورسوائی کا ذمہ دار! مسٹر یا مُلّا؟

مولانا سعید احمد جلال پوری

گزشتہ سے پیوستہ

ہماری اطلاع کے مطابق وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ساتھ ملک بھر کے بارہ ہزار سے زائد چھوٹے بڑے دینی مدارس ومکاتب اور جامعات منسلک ہیں، اور اس کی

ہوتا ہے، اور وہ اپنے شاگردوں کے لئے جلاد سے کم نہیں ہوتے، ان کے تشدد سے ڈر کر بھاگنے والے طلبہ کو وزنی زنجیر ڈال کر رکھا جاتا ہے، امام مسجد ہی بچوں کو پڑھاتا ہے، خود ہی امتحان لیتا ہے اور خود ہی پاس کر کے بچوں کے والدین کو بلوا کر کامیاب طلبہ کے سر پر خود ہی دستار فضیلت سجا دیتا ہے، اس

مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی خواہش میں ہلکان ہے؟ اگر ان مدارس کا کوئی نصاب نہ ہوتا تو حکومت کو اس مہم چلانے یا ارباب مدارس کو اس کے لئے مجبور کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

چشتی صاحب! اگر دینی مدارس کے اساتذہ کا اپنے تلامذہ کے ساتھ متشددانہ رویہ ہوتا ہے یا ان کو زنجیروں میں ڈال کر رکھا جاتا ہے تو آنجناب نے اس کی کوئی ایک آدھ مثال ہی پیش کی ہوتی؟ اگر بالفرض ایسا ہوتا تو آپ جیسے اسلام اور مدارس دشمن زمین و آسمان کو سر پر نہ اٹھا لیتے؟ کیا دنیا

بجر

جانب سے تمام دینی مدارس کے الحاق وانسلاق کی سند جاری کی جاتی ہے اور جو مدارس تعلیمی یا انتظامی میدان میں کوتاہی کے مرتکب پائے جائیں، ان کی سند الحاق ختم کردی جاتی ہے اور ہر تین سال بعد اس سند الحاق کی تجدید کی جاتی ہے اور سالانہ اس وفاق کے تحت تقریباً لاکھوں بچے اور بچیاں امتحان دیتے ہیں، چنانچہ گزشتہ سال وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحت ایک لاکھ سے زائد طلبہ وطالبات نے امتحان دیا۔

چشتی صاحب! اگر آپ احمقوں کی جنت میں نہیں رہتے تو ان حقائق کی تکذیب آفتاب نصف النہار کی تکذیب وانکار کے مترادف ہے۔

۵:..... جناب چشتی صاحب! دینی مدارس اور مولوی کے خلاف اپنے بغض وعداوت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان کا نصاب بھی یکساں نہیں ہوتا، ہر ایک مسجد کے مولوی کا اپنا قانون ہوتا ہے، وہ تعلیمی لحاظ سے کسی ضابطے کا پابند نہیں ہوتا، اکثر مولوی حضرات کا اپنے شاگردوں کے ساتھ رویہ نہایت متشددانہ

تقریب کا نام رسم دستار بندی ہوتا ہے یعنی یہ سارا کام ہر مولوی اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ کے مترادف چلاتا ہے۔"

چشم بددور! چشتی صاحب کی معلومات کا اندازہ لگایئے کہ: "ان مدارس کا نصاب یکساں نہیں ہوتا" اگر ایسا ہوتا تو دینی مدارس اپنے نصاب کے تحفظ کی خاطر حکومت سے جنگ کیوں لڑتے؟ کیا چشتی صاحب کو معلوم نہیں کہ دینی مدارس کا نصاب قرآن، سنت، فقہ اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، منطق، فلسفہ، معانی، بدیع کے علاوہ صرف ونحو، انگلش، اردو، ریاضی، سائنس، کمپیوٹر، کے مضامین پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ نصاب درس نظامی کے نام سے مشہور ومتعارف ہے۔

کیا یہ حق و سچ نہیں کہ امریکا، برطانیہ اور بیرونی قوتیں ان دینی مدارس کے اس خالص دینی، مذہبی نصاب سے خائف ہیں؟ کیا اس کو جھٹلانا ممکن ہے کہ اپنے آقاؤں کے اشارہ پر ہماری حکومت دینی

کی این جی اوز اور ہیومن رائٹس کی انجمنیں شور قیامت نہ برپا کردیتیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس ڈفلی بجانے اور مدارس کو بدنام کرنے کا کیا معنی؟

چشتی صاحب! مولوی روز اول سے منظم ہے اور اس کا نظام مربوط ہے، اس کا انداز ناصحانہ اور مشفقانہ ہے، باوجود اس کے کہ دین پڑھنے والوں کے لئے دنیاوی اور سرکاری ملازمتوں کے دروازے بند ہیں، پھر بھی بقول آپ کے: "اچھے کھاتے پیتے مسلمان اپنے بچوں کو دینی مدارس میں تعلیم کے لئے داخل کرا دیتے ہیں" دوسری طرف دینی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ بڑے دینی مدارس میں داخلہ ملنا مشکل ہے، اور خود دینی مدارس بھی ہمیشہ اپنی کوتاہ دامنی کے باعث دینی تعلیم حاصل کرنے والوں سے معذرت خواہ رہتے ہیں، کیا اب بھی کہا جائے کہ ان میں تشدد ہوتا ہے؟

اگر مدارس میں تشدد ہوتا یا ان میں طلبہ کو زنجیریں ڈالی جاتیں تو دینی مدارس میں پڑھنے کون آتا؟

چشتی صاحب! اگر آپ بُرا نہ منائیں تو آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ہمارے مدارس و مکاتب میں تشدد و مار پیٹ کی سختی سے ممانعت ہے، یقین نہ آئے تو ملک بھر کی سب سے اسلامی دینی مدارس کی چین اقرأ رَوضۃ الاطفال ٹرسٹ کے مدارس اور ملک بھر میں پھیلی ہوئی اس کی ایک سو چھپن برانچوں میں جاکر دیکھ لیجئے! چھپن ہزار سے زائد طلبہ کے والدین، اساتذہ اور خود ان مدارس میں پڑھنے والے طلبہ سے پوچھ کر دیکھئے کہ وہاں مار پیٹ اور تشدد کی کس قدر سختی سے ممانعت ہے؟

چشتی صاحب! دینی مدارس اور ان کا نظام و نصاب ماشاء اللہ منظم و مربوط ہے اور ان کا انداز تعلیم بھی دنیا بھر کے ترقی یافتہ اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں سے کسی اعتبار سے کم نہیں ہے، ہاں البتہ آپ کو اور صرف آپ کو ہی ان سے اختلاف ہے اور آپ ان کے خلاف اکیلے اپنی ڈفلی اپنا راگ الاپ رہے ہیں!

جناب چشتی صاحب! عین ممکن ہے کہ آپ نے جس نام نہاد مدرسہ یا مکتب میں پڑھا ہو، وہاں کے نام نہاد ظالم ملا نے آپ کے ساتھ ”غیر انسانی“ سلوک کیا ہو، آپ پر ناروا تشدد کیا ہو، یا آپ کی شرارتوں سے مجبور ہوکر اس نے آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں، پاؤں میں زنجیر اور بیڑیاں ڈالی ہوں، تو ہم برملا کہیں گے کہ اس روایتی اور نام نہاد ملا کا یہ کردار قابل صد نفرت ہے، اور آپ کے ساتھ اس نے بے جا ظلم کیا ہے، مگر ایک ظالم کے ”مخصوص حالات“ میں ظلم کو جواز بنا کر آپ تمام دینی مدارس، مکاتب کے نظام اور علماء کے کردار کو ہدف تنقید بنائیں، بہرحال یہ زیادتی ہے۔

۶:...... چشتی صاحب کو یہ بھی اعتراض ہے کہ:

”مولوی حضرات سرکاری یا غیر سرکاری جگہ پر قبضہ کرکے مسجد بنالیتے ہیں، اور پاکستان میں سڑکوں پر ۹۰ فیصد تجاوزات مساجد، واپڈا اور ٹیلی فون کے کھمبوں کی وجہ سے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ ہمارا موجودہ مسجد بنانے کا نظام متحدہ ہندوستان کے مندر بنانے سے متاثر ہے۔“

اے کاش! چشتی صاحب نے اپنا زورِ قلم مسجد و ملا کے بجائے بے دینی کے مراکز، مشنری اسکولوں، ارتدادی اداروں، قادیانی، ذکری، منکرین حدیث اور ملحدین کے مراکز کے خلاف صرف کیا ہوتا؟ کیا ان کو جگہ جگہ این جی اوز کے مراکز، اسلام دشمن اڈوں اور مسلمانوں کی جیبوں سے رقم بٹورتے ہسپتال اور اسکول بھی کبھی نظر آئے؟ آخر ان کو مسجد و مدرسہ ہی کیوں کھٹکتا ہے؟ کیا پاکستان اور اس کی سرکاری املاک پر ان کا حق ہے؟ جو ان کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کر رہے ہیں؟ آخر کیوں؟

۷:...... چشتی صاحب کو یہ بھی شکایت ہے کہ:

”ان مولویوں کی وجہ سے ہم ملک بھر میں ایک دن عید نہیں کرسکتے۔“

حضور گستاخی معاف! یہ اعتراض تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کرنا چاہئے کہ اس نے ملک بھر میں ایک وقت میں سورج و چاند کے طلوع و غروب کا نظام کیوں نہیں بنایا؟ اگر اللہ تعالیٰ مغربی ممالک، مغربی علاقوں یا سطح زمین سے اونچے علاقوں میں چاند پہلے نکال دیں اور مشرقی یا زیریں علاقوں میں وہی چاند دوسرے دن دکھلا دے تو اس میں مولوی کا کیا قصور ہے؟

حضور! اللہ کا رسول تو یہ اعلان کرتا ہے کہ:

”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو (عید کرو)۔“

مگر آپ ہیں کہ کہتے ہیں چاند نظر آئے یا نہ نظر آئے ایک ہی دن عید ہونی چاہئے، اگر آپ کی یہ منطق مان لی جائے تو کیا خیال ہے کل کلاں آپ یہ نہ فرمائیں گے کہ پوری اسلامی دنیا، بلکہ دنیا بھر کے پورے مسلمان ایک ہی دن روزہ رکھیں اور عید کریں، کیا یہ ممکن ہوگا؟ کہ جہاں ابھی سورج غروب ہی نہیں ہوا وہاں چاند کیونکر نظر آئے گا؟ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کل کلاں آپ فرمائیں کہ ایک ہی وقت میں فجر اور مغرب کی نماز ادا کی جائے، کیا خیال ہے کہ پشاور اور سرحد کے بالائی علاقوں میں سورج غروب ہوچکا ہوگا مگر سندھ کے مطلع پر سورج چمک رہا ہوگا لیکن آپ کی تجویز اور حکم پر مغرب کی نماز کا ادا کرنا لازم ہوگا، اسی طرح جب پشاور اور بالائی علاقوں میں صبح کے وقت سورج نکل چکا ہوگا اور دوسری طرف کراچی اور مضافات میں سورج نکلنے میں ابھی نصف گھنٹہ باقی ہوگا تو کیا اس وقت پشاور اور کراچی والوں کو ایک وقت میں فجر کی نماز ادا کرنا ممکن ہوگا؟ چشتی صاحب! ہوش کے ناخن لیں اور قدرت الٰہی کے کرشموں میں دخل دینے کی حماقت نہ کریں۔

۸:...... چشتی صاحب کو یہ بھی شکایت ہے کہ:

”مذہبی علماء اب تک دنیاوی اور دوسری زبانوں کی تعلیم کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں، دوسری طرف ایک حدیث مبارکہ بھی بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم نے فرمایا کہ: ”علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین تک جانا پڑے۔“ قابل غور بات ہے کہ کیا ان دنوں چین میں بہت عربی پڑھائی جاتی تھی؟ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ مسلمانوں کو دنیا کا ہر علم حاصل کرنا چاہئے لیکن یہ خدا کے بندے عربی کے سوا

برعلم کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں۔“

چشتی صاحب! علماء نے بحمداللہ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان سیکھنے کی کبھی مخالفت نہیں کی، یہ آپ کی بھول ہے، اگر ایسا ہوتا تو اسلامی لٹریچر عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان میں نہ ہوتا، حالانکہ بحمداللہ عربی کے علاوہ اردو، فارسی، ہندی، سنسکرت، مرہٹی، انگلش، فرانسیسی اور ڈچ زبان میں ضروری اسلامی تعلیمات کی کتب موجود ہیں، بلکہ اسلام کے مرکز سعودی عرب سے تو دنیا بھر کی زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کرکے تقسیم کیا جاتا ہے اور رابطہ عالم اسلامی مستقل یہ خدمت انجام دے رہا ہے۔

حافظہ اور بدحواسی

علامہ ابن عابدین شامیؒ نے حضرت ہشام کلبیؒ سے نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حافظہ کی تیزی کا ثبوت بھی ایسا دیا کہ شاید کسی نے نہ دیا ہو اور ایک مرتبہ مجھ سے بھول بھی ایسی ہوئی کہ شاید کسی سے نہ ہوئی ہو۔ میرے حافظہ کی تیزی کا تو یہ عالم تھا کہ میں نے قرآن کریم صرف تین دن میں یاد کرلیا تھا اور بھول ہوئی تو ایسی کہ ایک دن میں خط بنانے بیٹھا، داڑھی کو مٹھی میں لے کر نیچے کے بال کاٹنا چاہتا تھا مگر بدحواسی میں مٹھی سے اوپر کے بال کاٹ ڈالے اور پوری داڑھی ہاتھ میں آگئی۔

مرسلہ: مولانا محمد زبیر، کراچی

اس کے علاوہ پاکستان کے علماء جن سے آپ کو شکایت ہے کہ وہ عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان سیکھنے کے مخالف ہیں، ان کے دینی مدارس کے نصاب میں انگلش کے مضامین کو خصوصی اہمیت سے پڑھایا جاتا ہے، بلکہ کئی ایک مدارس میں اس کے باقاعدہ تخصصات کرائے جاتے ہیں اور ان ہی روایتی مدارس سے باقاعدہ انگریزی ماہناموں کا اجراء ہوچکا ہے اور انگلش تراجم کا مستقل شعبہ قائم ہے، چنانچہ تفسیر عثمانی، تفسیر معارف القرآن، تحفۂ قادیانیت، آپ کے مسائل اور ان کا حل، اختلاف امت اور صراط مستقیم کے انگلش تراجم ہوچکے ہیں۔

اس کے علاوہ ماہنامہ بینات، ماہنامہ البلاغ، ماہنامہ الفاروق کے انگلش ایڈیشن انہی مدارس سے شائع ہوتے ہیں۔

جہاں تک علماء کی طرف سے انگلش سے احتراز اور پرہیز کا تعلق ہے وہ ایک خاص وقت کے لئے تھا اور وہ بھی صرف اس لئے کہ کسی زمانہ میں سرکار انگلشیہ ہم پر مسلط تھی اور اس کی کوشش تھی کہ ہندوستان پر انگریزی تسلط کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان اور اس کی تہذیب بھی مسلط کی جائے، اس لئے اس وقت کے علماء نے مسلمانوں کے دین و مذہب اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو بچانے کے لئے شدت سے انگریزی کی مخالفت کی تھی۔ جب ہندوستان سے انگریزی اقتدار کا تسلط ختم ہوگیا اور انگریز ہندوستان سے بوریا بستر لپیٹ کر چلا گیا تو خود مسلمانوں نے انگریزی علاقوں اور ممالک کے لوگوں کو دینی تعلیم و تہذیب اور اسلام و ایمان کی دعوت دینے کے لئے نہ صرف انگریزی سیکھنے کی اجازت دے دی، بلکہ اس طرف خصوصی توجہ فرمائی، یہی وجہ ہے کہ آج تمام دینی مدارس میں انگریزی پڑھائی جاتی ہے اور دینی مدارس کے نصاب میں میٹرک کرنا لازم قرار دیا جاچکا ہے اور انہی دینی مدارس کے جدید تعلیم یافتہ افراد فوج، پولیس، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں میں اعلیٰ مناصب پر خدمات انجام دے رہے ہیں، لہٰذا آج بھی علماء اور دین دار مسلمانوں کا یہی موقف ہے کہ ضرور انگریزی سیکھی جائے مگر اس کی تہذیب و ثقافت کو نہ اپنایا جائے۔

جہاں تک آپ کی پیش کردہ حدیث کا تعلق ہے کہ: ”علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین تک جانا پڑے۔“ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس حدیث کو اہل علم و تحقیق نے موضوع اور منگھڑت قرار دیا ہے اور ایک موضوع و منگھڑت روایت کو بنیاد بناکر علماء کو مطعون کرنا یا اس کو انگریزی زبان سیکھنے کا جواز اور استدلال بنانا، چشتی صاحب جیسے ”اہل علم“ کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ تاہم اگر اس حدیث کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ علم سے دینی علم کا حصول مراد ہے، اور چین کا لفظ انتہائی سفر کے لئے بولا گیا ہے، کیونکہ اس وقت چین عربوں کے لئے بعید ترین ملک تھا، جس کا معنی یہ ہوگا کہ علم دین کی تحصیل کے لئے بعید سے بعید سفر سے بھی گریز نہ کیا جائے۔

9:..... چشتی صاحب کا اپنے کالم کا یہ عنوان قائم کرنا کہ: ”ہماری ذلت و رسوائی کا سبب کیا ہے؟“ پھر اس کے بعد پورے کالم میں علماء کو رگیدنا اور دینی مدارس کی توہین و تنقیص کرنا، اس بات کی بین اور واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک اس وقت دنیا بھر میں یا کم از کم پاکستان میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا سبب صرف اور صرف مُلّا و مولوی اور روایتی دینی مدارس ہیں، اگر یہ مدارس اور مولوی نہ ہوتے تو نامعلوم دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہوتی؟ اور عالمی طور پر پاکستان کا وقار و معیار کس قدر بلند ہوچکا ہوتا؟

چشتی صاحب! گستاخی معاف! پاکستان یا مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا سبب مُلّا و مولوی یا روایتی دینی مدارس و مساجد کے بجائے، جدید تعلیم یافتہ حضرات، بیوروکریسی، اسٹیبلشمنٹ اور آپ جیسے لکھے پڑھے حضرات ہی ہیں، اس لئے کہ مُلّا مولوی کے ذمہ جو کام اور ڈیوٹی لگی تھی، بحمداللہ! روز اول سے آج تک وہ اس کو بحسن وخوبی نبھا رہا ہے، مثلاً مُلّا، مولوی، صوفی اور دینی مدارس کے ذمہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو دین و مذہب سے آشنا کریں، اللہ کی مخلوق کو اللہ کا پیغام پہنچائیں، امت کو قرآن و حدیث سے روشناس کرائیں، جائز و ناجائز، حرام و حلال، پاک و ناپاک سے آگاہ کریں، ان کو اسلام کے فرائض، سنن، آداب کی تعلیم دیں، معاشی و اقتصادی مسائل سے مطلع کریں، مسلمانوں کو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، خرید و فروخت، شفعہ، وکالت، کفالت، طہارت، غسل، وضو، تیمم، موت، میت، جنازہ، تکفین و تدفین کے احکام بتلائیں، کفر، اسلام، ارتداد، زندقہ، منافقت کی نشاندہی کریں، حدود، قصاص، تعزیرات کی تفصیلات بتلائیں، اگر کوئی طالع آزما مسلمانوں کو شکوک و شبہات میں مبتلا کرے تو اس کا دفاع کریں، اس کا جواب دیں، مناظرہ، مباہلہ کی ضرورت پیش آئے تو اسلام اور مسلمانوں کی نمائندگی کریں، مسلمانوں کی نمازوں، جنازوں، نکاح وطلاق کے معاملہ میں ان کی مدد کریں، مسلمان بچوں کو قرآن، علومِ قرآن اور علومِ نبوت کی تعلیم دیں، آپ ہی بتلائیں کہ مُلّا و مولوی نے آج تک ان میں سے کس میدان میں پیٹھ دکھائی ہے؟ یا کس شعبہ میں اس نے اپنے فرائض میں کوتاہی برتی ہے؟ اس نے آپ کو مولوی دیئے، مدرس دیئے، موذن دیئے، مفتی دیئے محقق دیئے، مقرر دیئے، حافظ دیئے، قاری دیئے اور آپ کو اچھے شہری دیئے، پھر اس کا سب کچھ اول آخر ملک کے لئے ہے، اس نے کبھی کسی کے کہنے پر اپنا موقف نہیں بدلا، ملک سے غداری نہیں کی، وہ ملک کا سرمایہ لوٹ کر نہیں بھاگا، اس نے کسی ملک کی امیگریشن نہیں لی۔

اس کے مقابلہ میں آپ جیسے لکھے پڑھے حضرات اور بیوروکریٹ جو ملک کے سیاہ وسفید کے مالک تھے، ان کی ذمہ داری تھی کہ وہ ملک کے نظم ونسق کو چلائیں، ملک کو معاشی، اقتصادی اور انتظامی معاملات میں ترقی سے ہمکنار کریں، بین الاقوامی طور پر ملک کی عزت و وقار کو بحال کریں، ملک کو ایک اسلامی فلاحی ریاست بنائیں، عوام کے مسائل کو حل کریں، ملک میں امن و امان قائم کریں، ملک سے چوری، ڈکیتی، مار دھاڑ، قتل و غارت گری کا خاتمہ کریں، آجر و اجیر اور حاکم ومحکوم کو ان کے حقوق و فرائض اور ذمہ داریوں کا احساس دلائیں، عدل و انصاف کا بول بالا کریں، ظلم و تعدی کا خاتمہ کریں، تعلیم وصحت کا انتظام کریں اور نئی نسل کو تعلیم وتربیت سے آراستہ کریں، انہیں ملک وقوم کا وفادار بنائیں اور قوم کو اچھے شہری مہیا کریں۔

اب آپ ہی بتائیں پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے ۶۱ سال کا طویل عرصہ ہو چکا، ان اکسٹھ سالوں میں آپ کے سرکاری خزانہ پر چلنے والے اسکولوں، تعلیمی اداروں، ان سے نکلنے والے اسکالروں، بیوروکریٹوں اور حکمرانوں نے ملک و قوم کو کیا دیا؟ کتنے سائنس دان دیئے؟ کتنے محقق دیئے؟ کتنے ملک وقوم کے خیر خواہ دیئے؟ ان کی برکت سے ملک نے کیا ترقی کی؟ ملکی مصنوعات میں کتنا اضافہ ہوا؟ معاشی و اقتصادی اعتبار سے ملک کتنا آگے بڑھا؟

پاکستان کے ۶۱ سال کی ترقی کی رفتار کا جائزہ لیجئے تو اندازہ ہوگا کہ اس نے ترقی معکوس کی ہے، دوسری طرف ہمارے ساتھ آزاد ہونے والے انڈیا کا جائزہ لیجئے تو وہ آج ہر میدان میں ہم سے کہیں آگے ہے، اس نے ہر میدان میں نمایاں ترقی کی ہے، اس نے درآمدات و برآمدات میں نام پیدا کیا ہے، اس کی مصنوعات دنیا بھر میں پہنچ چکی ہیں، وہ وہیکل مصنوعات میں چائنا اور جاپان سے کندھا ملانے کی پوزیشن میں ہے، اس نے ایٹمی میدان میں نام کمایا ہے، غرض ہر میدان میں اس نے اپنے افراد پیدا کئے ہیں، اور ان کا ہر شہری اپنے ملک وقوم کا خیرخواہ ہے۔

جب کہ پاکستان کا یہ حال ہے کہ اس کی اپنی کوئی پالیسی نہیں، ہمت نہیں، جرأت نہیں، امریکا اور یورپی قوتوں کا کاسہ لیس ہے، ان کے اشارۂ ابروئے چشم پر سب کچھ ڈھیر کرنے کو تیار ہے، اپنے شہری پکڑ پکڑ کر امریکا کے حوالے کئے جارہے ہیں" حد تو یہ ہے

بادشاہِ وقت

مشہور بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی کہ ان کی نماز جنازہ ایسا شخص پڑھائے جو ہمیشہ عفیف رہا ہو، نماز عصر کی سنتیں کبھی اس سے قضا نہ ہوئی ہوں اور ہمیشہ نماز با جماعت میں تکبیر اولیٰ سے شریک ہوا ہو، نماز جنازہ کے وقت جب اس وصیت کا اعلان کیا گیا تو مشہور بزرگ بادشاہ سلطان التمش نے بھی یہ اعلان سنا، وہ تھوڑی دیر خاموش رہا کہ کسی بزرگ کو یہ سعادت حاصل ہو، لیکن جب کسی نے امامت کے لئے سبقت نہیں کی تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ میری خواہش تو یہ تھی کہ میرے حال سے کوئی واقف نہ ہو، لیکن خواجہ کے حکم کے آگے کوئی چارہ نہیں اور آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھا دی۔

مرسلہ: محمد ہارون، کراچی

کہ ہمیں اپنے ملک کے نظم و نسق کو چلانے کے لئے وزیر مشیر نہیں ملتے، چنانچہ ہمیں وزیر اعظم کے لئے کبھی امریکا سے معین قریشی منگوانا پڑتا ہے تو کبھی شوکت عزیز۔

آپ ہی فیصلہ فرمادیں کہ ہماری ذلت ورسوائی کا سبب ملا، مولوی ہے یا سرکاری اسکول و کالج اور یونیورسٹی کا لکھا پڑھا بیوروکریٹ؟

پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ ہمارا نوجوان طبقہ اور اسکولوں کالجوں کی پیداوار اپنے ملک وقوم کی خدمت کرنے کے بجائے امریکا، کینیڈا اور یورپ کی امیگریشن لے کر باہر بھاگ رہا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کو اپنے ملک میں اپنا مستقبل تاریک نظر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ کبوتروں کی مانند ایک ایک کرکے اغیار کے آشیانوں پر جمع ہورہے ہیں، آپ ہی بتلائیں کہ ہماری ذلت ورسوائی کا سبب یہ مُلّا و مولوی ہے یا آپ جیسے ننگ دین وطن؟ جن کی مفاد پرستی اور حرص وطمع کی وجہ سے ہمیں یہ سننے کو ملتا ہے کہ: "پاکستانی قوم ایسی بے غیرت اور لالچی ہے کہ اگر اس کو اپنی ماں بیچ کر پیسے حاصل کرنا پڑیں تو وہ اس سے بھی دریغ نہیں کرتی؟

جناب چشتی صاحب! اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتلایئے کہ مُلّا و مولوی نے آپ کو ملکی ترقی سے کب روکا تھا؟ اس نے آپ کو کب کہا تھا کہ ایٹم بم نہ بنایئے؟ اس نے آپ کو کب کاریں، موٹریں، بسیں اور ٹرک بنانے سے منع کیا تھا؟ اس نے کب کہا تھا کہ آپ ہوائی جہاز نہ بنائیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ قوم کو ریلیف نہ دیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ ملک میں سڑکیں اور پل نہ بنائیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ اپنے ملک کی دولت لوٹ کر باہر کے بینکوں میں جمع کرائیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ آزاد عدلیہ پر شب خون ماریں؟ اس نے کب کہا تھا کہ ملک میں امن و امان قائم نہ کریں؟ اس نے کب کہا تھا کہ اپنے ملک اور قوم کو امریکا کی گود میں ڈال دیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ اپنے شہریوں کو پکڑ کر امریکا کے حوالے کریں؟ اس نے کب کہا تھا کہ اپنے ملک کی معدنیات سے فائدہ نہ اٹھائیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ پیٹرول اور گیس نہ نکالیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ انڈیا سے معاہدہ کرکے اپنے دریا بند کروادیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ ڈیم نہ بنائیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ آئل ریفائنریاں نہ لگائیں؟ اس نے کب کہا تھا کہ قوم وملک پر مہنگائی کا عفریت مسلط کریں؟ آپ ہی بتلائیں کہ ذلت ورسوائی کا سبب کون ہے: مُلّا و مولوی یا ملک کے سیاہ سفید کا مالک بیوروکریٹ سرمایہ دار اور سیاست دان؟

چشتی صاحب! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتلایئے کہ ملک کو دولخت کس نے کیا؟ نوے ہزار فوجی کس نے گرفتار کروائے؟ مسئلہ کشمیر کو التواء میں کس نے ڈالا؟ کارگل سے پیچھے کون ہٹا؟ محسن پاکستان اور ایٹمی سائنس دان کو کس نے ذلیل کیا؟ اس کو پابند سلاسل کس نے کیا؟ ملک کو افراط زر کا شکار کس نے کیا؟ روپے کی قدر میں کمی کس کی برکت سے ہوئی؟ بینک سے قرضے لے کر کس نے معاف کرائے؟ بینک فراڈ کس نے کئے؟ ملکی خزانہ کو شیر مادر سمجھ کر کس نے ہضم کیا؟ بینک کرپٹ کون ہوئے؟ نیب اور احتساب کے سامنے ننگے کون ہوئے؟ اربوں روپوں کی املاک کو کوڑیوں کے عوض کس نے فروخت کیا؟ کے-ای-ایس-سی، ٹی این ٹی جیسے نفع بخش اداروں کو کس نے فروخت کیا؟ پاکستان اسٹیل مل کو نیلام کرنے کا منصوبہ کس نے بنایا؟ ملک بھر کے سرکاری بینک اور ان کی کھربوں کی جائیدادیں کس نے نیلام کیں؟ بینک آف پنجاب کی دو برانچوں میں (۴۰۰۰۰۰۰۰۰۰) چار ارب روپے کا غبن کس نے کیا؟ اسی بینک کے آڈٹ کے دوران ظاہر ہونے والے (۱۳۰۰۰۰۰۰۰۰۰) تیرہ ارب روپے سے زائد کا فراڈ کس نے کیا؟ ایم پی ون تنخواہ اسکیل کے تحت ۶ سال تک ۹۹ فاضل افراد کو (۳۵۰۰۰۰) ساڑھے تین سے (۷۰۰۰۰۰) سات لاکھ ماہانہ کس نے عطا کئے؟ ذرا اندازہ تو لگایئے کہ ان چھ سالوں میں پاکستانی خزانہ کو کس قدر نقصان ہوا ہوگا؟ چنانچہ فی کس (۷۰۰۰۰۰) سات لاکھ کے حساب سے ۹۹ افراد پر ماہانہ (۶۹۳۰۰۰۰۰) چھ کروڑ ترانوے لاکھ، سالانہ (۶۲۳۱۶۰۰۰۰۰) چھ ارب تئیس کروڑ اور سولہ لاکھ، جبکہ چھ سال میں (۳۷۳۸۹۶۰۰۰۰۰) سینتیس ارب اڑتیس کروڑ اور چھیانوے لاکھ روپے، ان ریٹائرڈ اور فاضل افراد کی نذر کس نے کئے؟ جو خیر سے اپنی مدت ملازمت پوری کرچکے تھے اور ان کا کوئی خاص مصرف بھی نہ تھا۔

(دیکھئے روزنامہ جنگ کا اداریہ صفحہ ۱۹/مئی ۲۰۰۸ء)

اسی طرح (۴۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰) ساڑھے چار کھرب کے سرکاری مکانات اپنے منظور نظر افراد کو کوڑیوں کے دام کس نے الاٹ کئے؟ (دیکھئے روزنامہ جنگ کراچی، ۱۸/اپریل ۲۰۰۸ء)

چشتی صاحب! ہماری بیوروکریسی کے یہ کارنامے ہماری ذلت ورسوائی کا سبب ہیں یا عزت کا؟ اور یہ بھی بتلایئے کہ یہ مُلّا ومولوی نے انجام دیئے یا لکھے پڑھے بیوروکریٹس نے؟ امید ہے میری یہ چند گزارشات آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے کافی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقل سلیم نصیب فرمائے اور دوسروں پر کیچڑ اچھالنے کی بجائے اپنے محاسبہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

☆☆..........☆☆

بدعت اور شرک میں ایک قدم کا فاصلہ

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

بدعت کیا ہے؟ تو اس کی ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ شرعی امور میں ایسی کوئی چیز ایجاد کی جائے جو پہلے سے موجود نہ ہو اور اسے دین کا جزو سمجھا جائے اور اس کی ادائیگی پر اصرار کیا جائے۔ مگر میرے نزدیک بدعت سنت کی ضد اور خدا کی نافرمانی کا نام ہے' جو ''حدود الٰہی'' کو توڑنے کا باعث ہے' واقعہ یہ ہے کہ بدعت شریعت کا حلیہ بگاڑنے اور دین الٰہی کو مسخ کرنے والی چیز ہے اور بدعت کے ڈانڈے بسا اوقات ''شرک'' سے مل جاتے ہیں اور وہ ''شرک فی الحکم'' کے درجے میں آجاتی ہے' جسے اسلام نے ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی مذمت کی ہے اور خبردار کیا ہے کہ شرک کا ارتکاب کرنے والے کے سارے اعمال اکارت ہو جائیں گے اور وہ ابدی سزا کا مستحق بن جائے گا' کیونکہ دین الٰہی میں سنت کے طریقوں کے خلاف نئی نئی چیزوں کو داخل کر کے اس کا حلیہ بگاڑنا درحقیقت خدا کی خدائی کو چیلنج کرنے کے برابر ہے اور یہ تمام باتیں قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور احادیث میں بدعت کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے اسے ایک سنگین جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والوں کو اپنی آخرت کی خیر منانے کے لئے کہا گیا ہے۔

علم دین کی تجارت:

مگر بعض لوگ اپنے انجام سے بے خبر ہو کر محض اپنے دنیوی مفاد کے لئے دین میں نئی نئی چیزیں (بدعتیں) مختلف حیلوں بہانوں سے داخل کر کے انہیں دین کا جزو بنادیتے ہیں اور جب یہ بدعتیں معاشرے میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو وہ عوام کے لئے ''سنت'' کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں' جن کا ترک کرنا ان کے لئے دشوار ہو جاتا ہے' لہٰذا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ بدعت ہے اور اسے ترک کرنا ضروری ہے تو انہیں محسوس ہوتا ہے کہ اسے ترک کرنے سے ہمارے باپ دادا کی کوئی ''سنت'' ضائع ہو جائے گی۔ اس طرح عوام کے لئے بدعت سنت اور سنت بدعت کا روپ دھار لیتی ہے اور بدعتوں کو رواج دینے والے بغیر کسی معقول دلیل کے اوچھے طریقے سے عوام کی

> ''میری امت کے لئے دجال سے زیادہ خوفناک لوگ گمراہ امام ہوں گے۔''
> (مسند احمد بحوالہ کنز العمال ۱۰/۱۹۸)

پیٹھ تھپکتے رہتے ہیں اور اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

چنانچہ آج اس میدان میں 'علماء سو' نے عوام پر اپنا گھیرا تنگ کر رکھا ہے اور وہ محض دنیوی اغراض کی خاطر عوام کے ایمان سے کھیل رہے ہیں اور انہیں ابدی طور پر جہنمی بنادینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ بعض حدیثوں میں صاف طور پر مذکور ہے کہ ''فتنوں'' کے دور میں علماء شعراء اور گمراہ اماموں کا ظہور ہوگا' جو دین کے لئے ایک آفت ہوں گے۔

چنانچہ ایک حدیث میں مذکور ہے:

''میری امت کے لئے دجال سے زیادہ خوفناک لوگ گمراہ امام ہوں گے۔''
(مسند احمد بحوالہ کنز العمال ۱۰/۱۹۸)

علماء کو خدا کا درجہ دینے کی بیماری:

یہود و نصاریٰ کے اس جرم کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں اس فعل کو خدا کی خدائی میں شریک یعنی 'ساجھے داری' کا نام دیا گیا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا خدا بنالیا تھا۔'' (توبہ:۳۱)

چنانچہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ اس آیت پر عدیؓ بن حاتم نے (جو اس وقت عیسائی تھے) اعتراض کیا تھا کہ اہل کتاب نے اپنے علماء کو معبود تو نہیں قرار دیا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں ضرور بنایا تھا' کیونکہ انہوں نے اپنے عوام کے لئے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کردہ چیزوں کو حرام بنادیا تھا اور اس باب میں عوام نے اپنے عالموں کی پیروی کی۔
(دیکھئے تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۴۸)

امام رازیؒ نے اس آیت کریمہ پر بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ اکثر مفسرین کے قول کے مطابق اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا معبود بنالیا تھا' بلکہ اس کا مطلب

یہ ہے کہ انہوں نے اوامر ونواہی میں ان کی اطاعت کی تھی' وہ جو کچھ کہتے تھے اس کی پیروی کرتے تھے۔ (تفسیر کبیر ۱۶/۲۸)

غرض قرآن اور حدیث کی رو سے کسی کی مطلق پیروی کرنا بھی خدا کی خدائی میں کسی دوسرے کو شریک یعنی حصے دار ٹھہرانا ہے۔

ایک عبرتناک حقیقت:

نیز امام رازیؒ نے اس موقع پر اہل کتاب کی گمراہی کی نوعیت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اہل کتاب کو اپنی کتابوں میں مذکور احکام اپنے علماء ومشائخ کے اقوال کے خلاف بھی ملتے تھے' مگر وہ کتاب الٰہی کے مقابلے میں اپنے علماء کے اقوال ہی قبول کرتے تھے' پھر تحریر کرتے ہیں کہ اگر تم صحیح معنی میں غور کروگے تو دیکھوگے کہ یہ مرض اکثر اہل دنیا کے رگ وریشہ میں سرایت شدہ معلوم ہوتا ہے۔'' (تفسیر کبیر:۱۶/۳۹)

اس اعتبار سے یہ ایک عالمگیر وبا نظر آتی ہے جو آج خود اہل اسلام میں بخوبی پائی جارہی ہے۔ چنانچہ آج انسان ایک دوسرے کا ''بندہ'' بنا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ ''خدایان امر'' ہر ملت اور ہر طبقے میں عوام پر چھائے ہوئے ہیں اپنی من مانی کررہے ہیں۔ دین واخلاق کے تقاضے پس پشت ڈال دیئے گئے ہیں اور ہر ایک دوسرے کو نوچنے اور بھنجھوڑنے میں لگا ہوا ہے۔

یہود ونصاریٰ کی پیروی:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم لوگ اگلی قوموں کے طریقوں کو ہو بہو پیروی کروگے یہاں تک کہ اگر وہ لوگ گوہ (ایک جانور) کے بل میں بھی داخل ہوئے ہوں تو تم بھی ضرور داخل ہوجاؤگے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ کیا یہ لوگ یہود ونصاریٰ ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا: پھر کون؟'' (مسلم ۲۰۰۵)

دین الٰہی کو بگاڑنے کے سلسلے میں یہود و نصاریٰ نے جو بھی کارستانیاں انجام دی تھیں' وہ سب آج ملت اسلامیہ میں بھی پائی جارہی ہیں۔ چنانچہ قرآن عظیم میں ایک مقام پر یہود ونصاریٰ کی کارستانی کی ایک تصویر سورۂ بقرہ میں اس طرح کھینچی گئی ہے کہ یہ لوگ تھوڑے سے دنیوی فائدے کے لئے اللہ کے احکام کو چھپایا کرتے ہیں اور ایسے لوگ اپنے پیٹوں میں سوائے آگ کے اور کچھ بھی نہیں بھرتے۔ ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے دن بات نہیں کرے گا بلکہ ان کو دردناک عذاب دے گا' اور یہی وہ لوگ ہیں

> **''جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ اس کے لئے جنت حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔''** (سورۂ مائدہ:۷۲)

جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی اور مغفرت کے بدلے عذاب کا سودا کیا ہے اور اس اعتبار سے یہ لوگ دوزخ میں جانے کے لئے کس قدر ڈھیٹ ہیں۔ (خلاصہ از سورۂ بقرہ:۱۷۴تا۱۷۵)

رسول بھی مختارکل نہیں ہوتا:

یہ باتیں اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کی عبرت و بصیرت کے لئے بیان کی تھیں تاکہ مسلمان ان سے سبق حاصل کریں مگر آج خود مسلمان بھی ان خدائی اسباق کو فراموش کرکے وہی سب کرنے لگے ہیں جو اہل کتاب کیا کرتے تھے۔

اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی سے ہٹاکر اپنا بندہ بنالینے کا اختیار تو کسی عالم یا لیڈر تو کجا خود کسی رسول کو بھی نہیں ہوتا تھا' بلکہ وہ خود بھی حکم الٰہی کا اسی طرح پابند ہوا کرتا ہے' جس طرح کہ رسول کا تابعدار یا امتی ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے صاف صاف اور دوٹوک انداز میں اعلان فرمادیا ہے:

''کسی انسان کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ اللہ اسے کتاب' حکمت اور نبوت عطا کرے تو وہ لوگوں سے یہ کہنے لگ جائے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ' لیکن اسے صرف اتنا ہی کہنے کا اختیار ہے کہ تم اللہ والے بن جاؤ کیونکہ تم کتاب (الٰہی) کی درس وتدریس کرتے ہو۔'' (سورۂ آل عمران:۷۹)

ظاہر ہے کہ جب کسی نبی تک کو کتاب الٰہی سے ہٹنے اور اپنی مطلق العنانی چلانے کی اجازت نہیں ہے' بالفاظ دیگر خدا کی خدائی کے مقابلے میں اپنی خدائی منوانے کا اختیار نہیں ہے تو پھر ایسا اختیار ہرایرے غیرے اور نتھو خیرے کو کیسے مل سکتا ہے؟

رسولوں کی ایک تنبیہ:

واقعہ یہ ہے کہ عوام تو عوام خود رسول تک کو بھی زندگی کی ''حدود'' سے آزاد ہونے کی مطلق اجازت نہیں ہے' لہٰذا جن لوگوں کے ذہنوں میں یہ غلط تصور ہو کہ رسول بھی خدا ہی کی طرح جو چاہے کرسکتا ہے تو انہیں اپنے دل و دماغ سے اس تصور کو نکال دینا چاہئے۔ چنانچہ اس سلسلے میں رسول تک کو حکم دیا گیا ہے کہ اگر اس نے خدا کی خدائی میں کسی کو شریک کیا تو اس کے تمام اعمال ضائع ہوجائیں گے اور یہی حکم

بلااستثناء سابقہ تمام انبیاء کرام کو بھی دیا گیا تھا' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"آپ کے پاس وحی بھیج دی گئی ہے اور آپ سے پہلے گزرے ہوئے (پیغمبروں) تک بھی کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال برباد ہوجائیں گے اور تم خسارے میں رہ جاؤ گے۔"

(سورۂ زمر:۶۵)

یہ تنبیہ رسول کے واسطے سے دراصل امتیوں کو ہے کہ رسول جیسے برگزیدہ اور مقدس ہستیوں سے خلاق عالم جب اتنے صاف اور کھرے کھرے انداز میں خطاب کررہا ہے تو پھر علماً اور عوام وغیرہ کس شمار میں آتے ہیں؟ لہٰذا ہر ایک کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے۔

توحید خالص کا مطالبہ:

نیز اس سلسلہ میں سورۂ انعام کا سولواں رکوع ملاحظہ فرمایئے:

"جہاں پر اللہ تعالیٰ نے متعدد پیغمبروں کا تذکرہ کرنے کے بعد صاف فرمادیا ہے کہ اگر یہ لوگ شرک کے مرتکب ہوتے تو ان کے اعمال ضائع ہوجاتے۔"

(دیکھئے آیات:۸۴تا۸۸)

اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ پیغمبر خدا کے مقدس بندے اور رسول ہوتے ہیں' جو کامل اطاعت وفرمانبرداری کا نمونہ ہوتے ہیں' لہٰذا ان جیسی خدا رسیدہ ہستیوں سے شرک سے اجتناب کرنے کا مطالبہ کیا معنی رکھتا ہے؟ تو یہ خطاب بھی دراصل رسولوں کے واسطے سے امتیوں کو ہے اور اس طرز خطاب سے اصلاً شرک کے مقابلے میں خالص توحید کی اہمیت ظاہر کرنا مقصود ہے اور توحید خالص کا مطلب یہ ہے کہ ایک مومن ومسلم کے عقیدے میں شرک کا کوئی شائبہ تک نہ ہو اور وہ توحید کے عقیدے کو ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک رکھے۔

اسی کا نام شریعت کی زبان میں "اخلاص فی العبادہ" ہے۔ یعنی عبادت وبندگی کو اللہ کے لئے خالص کرنا' اور اس کا نام "حنفیت" بھی ہے۔ یعنی ہر قسم کی گمراہی سے نکل کر استقامت کی طرف مائل ہونا۔ چنانچہ حسب ذیل آیت کے مطابق اہل اسلام سے اسی قسم کا خالص توحیدی عقیدہ اختیار کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے اور انہیں صرف یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی بندگی دین کو اسی کے لئے خالص رکھتے ہوئے اور پوری طرح یکسو ہوکر کریں' پھر نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کرتے رہیں' یہی سیدھا طریقہ ہے۔ (سورۂ بینہ:۵)

یہ ہے خالص توحید اور خالص دین کا مطلب جو عنداللہ ہر کلمہ گو سے مطلوب ہے اور یہ عقیدہ نظریاتی طور پر اور عملی زندگی میں دونوں طرح سے ایک آئیڈیل کے طور پر پیش نظر رہنا چاہئے' لہٰذا ہر مسلمان کو کوشش کرنا چاہئے کہ وہ مقام مطلوب تک پہنچے اور اللہ کا صحیح اور سچا بندہ بنے۔

ایک دوسرے موقع پر اسی قسم کے مثالی عقیدے اور مثالی عمل کا مظاہرہ کرنے کی تاکید اس طرح کی گئی ہے:

> **"انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماً اور مشائخ کو اپنا خدا بنالیا تھا۔"**
> (توبہ:۳۱)

"حکم کرنا صرف اللہ کا کام ہے چنانچہ اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت مت کرو۔ یہی "دین قیم" (سیدھا راستہ) ہے لیکن بہت سے لوگ (اس حقیقت) سے واقف نہیں۔" (یوسف:۴۰)

بدعت خدا کی خدائی کے لئے ایک للکار:

اس موقع پر "عبادت" اور "دین" کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہئے جن کا تذکرہ اوپر مذکور دونوں آیتوں میں آیا ہے اور اس ملاحظہ سے اس سلسلے کی تمام غلط فہمیاں بھی دور ہوسکتی ہیں۔ نیز اس بحث سے شریعت اور بدعت کا فرق اور اس کی حقیقت بھی پوری طرح سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ عبادت کے دو معنی آتے ہیں: (۱) اظہار عجز (۲) اور اطاعت یا بندگی اور دین کا اصل مفہوم طاعت ہے جو شریعت کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔ (دیکھئے مفردات القرآن' لسان العرب اور تاج العروس) اس اعتبار سے صرف اللہ کی عبادت کرنے اور دین کو اسی کے لئے خالص رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ صرف نماز' روزے کی حد تک نہیں بلکہ پوری شریعت اور جملہ معاملات زندگی میں اللہ کی اطاعت وبندگی کی جائے اور اس کی بندگی میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے۔

لفظ "عبادت" ہی سے "عابد" اور "عبد" دو الفاظ نکلے ہیں۔ عابد کے معنی ہیں: عبادت کرنے والا اور عبد کے معنی ہیں بندہ یا غلام۔ اور یہ دونوں الفاظ اللہ کی عبادت کرنے اور اس کا بندہ رہنے پر دلالت کرتے ہیں' جو انتہا درجے کی اطاعت کے طالب ہیں۔ اس اعتبار سے جو شخص دین میں بدعت نکالتا ہے وہ گویا کہ اللہ کی "اطاعت" سے نکل کر اس کی "نافرمانی" کا راستہ اختیار کرتا ہے یا اپنی عبدیت وغلامی سے "آزاد" ہوجانا چاہتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ بجائے "اظہار عاجزی" کے (جو عبادت اور عبودیت کا خاصہ ہے) "مغروری" کی راہ اپناتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر "عابد" اور "عبد" رہنے کے بجائے عبودیت کی ساری حدود کو توڑ کر اپنے "معبود" ہونے کا اعلان کرتا ہے' جو ایک سنگین جرم ہے۔ غرض یہ کہ ایک "بدعتی" اللہ کا

"بندہ" نہیں رہتا' بلکہ اپنی خودمختاری اور بے مہاری کا اعلان کرتا ہے جو اسے کسی بھی طرح زیب نہیں دیتا' کیونکہ وہ خدا کی مملکت میں رہتا ہے۔ خدا کا عطا کردہ رزق کھاتا ہے اور خداوند کریم کی نعمتوں سے مستفید ہوتا ہے تو پھر اس کے لئے کسی بھی طرح یہ بات جائز نہیں ہوسکتی کہ وہ خدائے عظیم کے قلم رو میں رہ کر اپنی انانیت اور خودمختاری کا اعلان کرے اور خلق خدا کو مختلف حیلوں بہانوں سے بہکانے کی کوشش کرے اور اس طرح وہ نہ صرف اپنے گناہوں کا بلکہ مخلوق خدا کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا۔

ایک خدا کی بندگی مطلب:

حاصل بحث یہ کہ اس کائنات کا صرف ایک ہی حاکم اور ایک ہی آمر ہے اور ایک خدا کی بندگی کا مطلب یہی ہے کہ صرف اللہ کو ہی حاکم مانا جائے یعنی حکم کرنے والی وہی ایک ہستی ہے اور اس کے اس حکم میں کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں ہوسکتا' اور یہ "توحید فی الحکم" ہے' اس کے برعکس کسی دوسری ہستی کو حکم میں شریک کرنا "شرک فی الحکم" ہے جس کو اسلام نے ممنوع قرار دیا ہے۔ اگرچہ اس کائنات میں طبعی نقطہ نظر سے جس طرح اللہ کی حکمرانی اور فرمانروائی چل رہی ہے' اسی طرح شرعی اعتبار سے بھی پوری دنیائے شریعت میں اس کا حکم اور "امر" چلتا رہتا ہے اور جو کوئی امر الٰہی یا اللہ کی رضائے کبریائی میں شامل ہونا چاہے گا وہ مشرک ہونے کی بنا پر عنداللہ ذلیل وخوار کیا جائے گا۔ یہ ہے "لا الٰہ الا اللہ" کا صحیح مفہوم کہ وہی ایک برتر اور عالی صفات ہستی ہے جو اس کائنات کے تمام تکوینی (طبعی) اور تشریعی جہانوں پر حکمران ہے اور "حکم کرنا" اسی کے لئے سزاوار ہے' یہی مطلب ہے حسب ذیل آیت کریمہ کا:

"آگاہ رہو کہ پیدا کرنا اور حکم چلانا اسی کا کام ہے اور وہ بڑا ہی بابرکت ہے جو سارے جہاں کا رب ہے۔"

(اعراف:۵۴)

عقیدۂ توحید کی صحیح تطبیق سے تکوین وتشریع یا فطرت وشریعت میں توازن قائم ہوتا ہے اور دونوں جہانوں کا "راگ" مشترک ومتحد ہوجاتا ہے' مگر بدعت یا خدا کی نافرمانی اور اسی طرح الحاد و مادیت کے باعث توحید کی اس "نغمہ سرائی" میں فرق آجاتا ہے' جو غضب الٰہی کو دعوت دینے والی ایک حرکت اور ناقابل معافی جرم ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شرک وکفر سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز مبغوض نہیں ہے' کیونکہ اس سے خدا کی عظمت وجلال پر حرف آتا ہے' اسی لئے اس فعل شنیع کو قرآن مجید میں ناقابل معافی جرم قرار دیا گیا ہے اور اس کی سخت الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔

چنانچہ اس سلسلے میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اللہ اس کے لئے جنت حرام کردے گا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔"

(سورۂ مائدہ:۷۲)

"تم اللہ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔" (سورۂ نساء:۳۶)

"تم خالص اللہ کے ہوکر رہو اور مشرک مت بنو۔" (سورۂ حج:۳۱)

"کہہ دو کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی بندگی کروں اور کسی کو اس کا شریک (ساجھی) نہ ٹھہراؤں' میں تو اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کے پاس میرا ٹھکانہ ہے۔" (سورۂ رعد:۳۶)

مسلمان اپنے اعمال کا جائزہ لیں:

اس بحث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ بدعت دراصل خدا کا بندہ بننے سے انکار اور اس کی نافرمانی کا نام ہے' جو ہر اعتبار سے قابل مذمت ہے اور بدبخت لوگ خدا کی مغفرت سے محروم اور دائمی عذاب کے مستحق ہوں گے۔ قرآن اور حدیث میں یہود و نصاریٰ کی جو گمراہیاں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں وہ دراصل ہماری عبرت وبصیرت کے لئے ہیں تاکہ ہم ان کے عبرتناک واقعات سے سبق حاصل کریں اور ایک خدا کی عبادت وبندگی کریں۔ لہٰذا مسلمان اپنے اعمال وافعال کا جائزہ لے کر دیکھیں کہ کہیں وہ ایک خدا کی عبادت و بندگی سے نکل کر "متعدد خداؤں" کی بندگی تو نہیں کررہے ہیں اور دین سے نکل کر "بے دینی" کی راہ پر تو نہیں جارہے ہیں؟ الغرض بدعت اور شرک میں صرف ایک قدم کا فاصلہ ہے' جب کوئی شخص شریعت الٰہی کی مقررہ حدود سے باہر قدم نکالتا ہے تو وہ بھٹکتا ہی چلا جاتا ہے اور بالآخر وہ گویا کہ اپنے آپ کو "حاکم مطلق" سمجھنے لگ جاتا ہے' گویا کہ وہ بھی خدا کی خدائی میں "شریک" ہے۔ اس طرح وہ شرک کا مرتکب بن کر گمراہی مول لیتا ہے اور مخلوق خدا کو بھی گمراہ کردیتا ہے' مگر یہ کائنات کوئی "کمپنی" نہیں ہے' جس میں بہت سے "پارٹنرز" (شریک) ہوں بلکہ یہ سارا جہاں ایک "وحدت" (یونٹی) ہے' جس میں اللہ وحدہ لاشریک کے علاوہ کسی دوسرے کی "ساجھے داری" نہیں ہے' نہ صفت تخلیق میں اور نہ صفت "حکم" میں یعنی جس طرح صفت تخلیق اللہ تعالیٰ کا خصوصی فعل ہے جس میں اس کا کوئی "حصہ دار" نہیں ہے اسی طرح صفت "حکم" میں اس کا کوئی ساجھے دار نہیں ہونا چاہئے اور جس کسی نے حکم الٰہی میں ساجھے دار بننے کی کوشش کی وہ اپنی نسبت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ اور جس نے بھی شرک کا ارتکاب کیا تو وہ بہت بڑی گمراہی میں پڑجائے گا۔ (سورۂ نساء:۱۱۶)

☆☆......☆☆

سفرِ آخرت کی تیاری

جناب ابوفراز

بہت سے مسلمانوں کا خیال ہے کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے، ہر آدمی جو اس دنیا میں موجود ہے وہ امتحان دے رہا ہے اور جیسے ہی اس کی آنکھیں بند ہوں گی نتیجہ سامنے آجائے گا، یہ بات کسی نہ کسی درجہ میں صحیح ہوسکتی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ دنیا امتحان گاہ نہیں بلکہ امتحان کی تیاری کی جگہ ہے، جو جتنی اچھی تیاری کرکے دنیا سے جائے گا اتنے ہی آخرت میں کئے جانے والے سوالات کے اچھے جواب دے سکے گا اور جتنے اچھے جواب دے گا اتنا ہی اچھا کامیاب ہوگا اور اتنے ہی اچھے انعام پائے گا۔

قربان جائیں ہم اپنے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ جو اپنی امت کو آخرت کا امتحانی پرچہ آؤٹ کرگئے، سوچئے اگر کالج کا پروفیسر اپنے طلباء کو امتحانی پرچہ آؤٹ کردے تو کیا ہوتا ہے؟ طلباء اس پروفیسر کے انتہائی احسان مند ہوجاتے ہیں، ان سوالوں کی تیاری میں جت جاتے ہیں، خوب رٹے لگاتے ہیں اور جو ایسا کرلیتے ہیں وہ کامیاب ہوجاتے ہیں اور جو اس پر بھی کان نہیں دھرتے اور سارا وقت برباد کردیتے ہیں وہ ناکام ہوجاتے ہیں۔

ہمارے شفیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بتا گئے کہ دیکھو آنکھ بند ہوتے ہی قبر میں تین سوال کئے جائیں گے اور حشر میں چار، جو بھی ان سوالوں کے صحیح جواب دے دے گا وہ کامیاب ہوگا اور جنت میں جائے گا اور جو ان سوالات کے جواب نہ دے سکا وہ ناکام ہوگا اور جہنم میں جائے گا۔

پھر جیسے دنیا کے امتحانی پرچوں میں کچھ سوال لازمی ہوتے ہیں اور ان کے نمبر بھی زیادہ ہوتے ہیں، اسی طرح قبر کے سوالات چونکہ ایمان اور یقین سے متعلق ہیں، اس لئے لازمی ہیں، جس نے ان لازمی سوالات کے جواب دیئے تو حشر کے چار سوالات کے جواب دینا اس کے لئے نسبتاً آسان ہوجائے گا اور حشر کے چار سوال اعمال سے متعلق ہوں گے، یہ ہوں گے تو بہت مشکل مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے آسان ہوجائیں گے، قبر کے تین سوال یہ ہیں:

۱:...... تیرا رب (پالنے والا) کون ہے؟

۲:...... تیرا دین (مذہب) کیا ہے؟

۳:...... حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ سے پردے ہٹا کر پوچھا جائے گا کہ یہ کون ہیں جو تمہارے درمیان بھیجے گئے تھے؟

بظاہر تینوں سوال آسان ہیں اور ہر مسلمان کے لئے ان کے جواب دینا معمولی بات لگتی ہے، مگر موت کے بعد ان سوالات کے جواب دینا اتنا آسان نہ ہوگا اسی لئے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں ہیں، جنہیں جنت کی بشارت دنیا ہی میں مل گئی تھی، جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوجاتی، کسی نے پوچھا آپ جنت اور دوزخ کے تذکرہ پر بھی اتنا نہیں روتے جتنا قبر پر، آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازل آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پائے آئندہ کے واقعات اس کے لئے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔

اب کیا ہم سوچ سکتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ کے لئے ان سوالات کے جواب دینا (نعوذ باللہ) ہم سے زیادہ مشکل ہوگا جو وہ اس قدر روتے تھے اور ہمارے لئے یہ سوال آسان ہیں۔

آیئے اپنا تجزیہ ہم خود کرتے ہیں، اس سے پہلے یہ یاد رکھیں کہ دنیا میں تو انسان کی زبان دل کے مطابق بھی بولتی ہے اور دل کے مخالف بھی، مثلاً ہم رات کو تھکے ماندے گھر پہنچتے ہیں کہ دروازے پر دستک ہوتی ہے، جاکر دیکھا کہ نہایت عزیز دوست کھڑے ہیں، دل میں تو یہ ہے کہ یہ کیسے بے وقت آگئے، میں تھکا ہوا ہوں، نہا دھو کر بچوں کے ساتھ کھانا کھاتا اور پھر آرام کرتا، مگر زبان کیا کہہ رہی ہے؟ آیئے تشریف لایئے آپ کے آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔

مگر یاد رہے کہ مرنے کے بعد ہماری زبان سمیت سب اعضاء سچ بولیں گے، یعنی جو دل میں ہوگا ہم وہی بول سکیں گے اور اگر غلط بولنے کی کوشش کی تو ہمارے اعضاء سچ اگل دیں گے، یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے ان تین سوالوں پر غور فرمائیں۔

پہلا سوال:

اگر دنیا میں ہماری زندگی اس یقین پر گزری ہے کہ ہمارا بلکہ کل مخلوقات کو پالنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، ہم سے کچھ نہیں ہوتا سب کچھ اللہ ہی سے ہوتا ہے، وہ رب العالمین ہے، تو فوراً جواب دے دیں گے کہ ہمارا رب اللہ ہے، وہی سب کو پالنے والا ہے، لیکن دنیا میں تو ہماری اس یقین پر زندگی گزری ہے کہ میں اور میری بیوی بچے، میرے کاروبار سے، میری نوکری سے، میری کھیتی باڑی سے پل رہے ہیں، اگر میں یہ سب نہ کروں تو کیا انہیں بھوکا مار دوں؟ حق حلال کمانے کا تو اسلام بھی حکم دیتا ہے، اب اس سے وقت ہی نہیں ملتا کہ کچھ اور سوچوں، کچھ اور کروں وغیرہ وغیرہ، تو جب دل کے اس یقین پر موت آئے گی تو ہم پہلے سوال کے جواب میں کیسے کہہ سکیں گے کہ میرا رب اللہ ہے، زبان دل کے خلاف تو بولے گی نہیں۔

دوسرا سوال:

اگر پورے کے پورے دین پر چلتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے تو فوراً جواب دے دیں گے کہ ہمارا دین اسلام ہے، مگر ہمیں تو اپنے دین کے احکامات کا پتہ ہی نہیں، نہ کبھی سیکھنے کی کوشش کی، ہماری شادی بیاہ ہو یا اور کوئی تقریب، کاروبار ہو یا معاملات، معیشت ہو یا معاشرت، یہود و نصاریٰ کے بنائے ہوئے اصولوں ہی سے مطابقت رکھتے ہیں، ایسی زندگی گزار کے جب ہم قبر میں پہنچیں گے تو یہ کیسے کہہ سکیں گے کہ ہمارا دین اسلام ہے، زبان دل کے خلاف تو بولے گی نہیں۔

تیسرا سوال:

اگر اس حال میں زندگی گزری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت، اپنے ماں، باپ، اپنی آل و اولاد، بھائی و بہن، مال و دولت سے بھی زیادہ تھی، ہر سنت پر عمل کرنے کی تڑپ تھی، آپؐ کے احکامات کو سر آنکھوں پر رکھتے تھے، آپؐ کی ختم نبوت، عزت و حرمت، ناموس کی حفاظت کے لئے اپنی جان و مال نچھاور کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے تو فوراً جواب دے دیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ ہیں، ہم ان پر ایمان لائے تھے اور ان کی تابعداری کی تھی، مگر دنیا میں تو جب ہمیں کہا جاتا ہے کہ نبیؐ سے محبت کی دلیل آپؐ کی اتباع میں ہے، جتنی محبت ہوگی اتنی ہی اتباع سنت ہم سے ظاہر ہوگی، تو ہم کہتے ہیں کہ ہم سے تو فرض ہی پورے ہو جائیں یہی غنیمت ہے، سنت پر عمل کرنا تو اس زمانے میں مشکل ہے، شادی بیاہ، کاروباری معاملات، پڑوسیوں اور قرابت داروں کے حقوق وغیرہ کا تو ذکر ہی کیا اگر داڑھی کی اہمیت کے بارے میں بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں اس سے کیا ہوتا ہے دل میں ایمان ہونا چاہئے، فرنگی لباس چھوڑنے کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس سے کیا ہوتا ہے، اسلام تو صرف ستر ڈھانپنے کا حکم دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ کہ چھوٹی بڑی کسی سنت کا ذکر آئے شیطان ہمیں حدیث پاک ''جو آدمی کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے پس وہ ان میں ہوگا'' بھلا کر اس کی تاویلات میں الجھا دیتا ہے، یہاں تک کہ نبی پاکؐ کی ناموس پر حملہ کرنے والوں کے خلاف اتنا کچھ پڑھنے اور سننے کے بعد بھی ہماری بے حسی کا یہ حال ہے کہ ہم ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ تک کرنے کو تیار نہیں، ہماری نظر میں ان شاتم رسول کی مصنوعات ہمارے نبیؐ کی حرمت سے بھی زیادہ قیمتی ہیں، اس ایمان کو دل میں بٹھائے جب ہم اس دنیا سے رخصت ہو کر قبر میں پہنچیں گے تو اس سوال کے جواب میں کیسے کہہ سکیں گے کہ یہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، کیونکہ جس سے محبت ہوتی ہے تصور میں اس کی شبیہ گھومتی ہے، جس کی دل میں کوئی اہمیت ہی نہ ہو اس کی شبیہ کیسے ذہن میں آسکتی ہے، زبان دل کے خلاف تو بولے گی نہیں۔

قبر کے یہ تین سوال جن کا تعلق ایمان اور یقین سے ہے، ان کے جواب دینا ہمارے لئے مشکل اس لئے ہوں گے کہ دنیا میں ہم نے ایمان و یقین بنانے کی محنت تو کی ہی نہیں، صبح سے رات تک محنت کی تو بس دنیا کمانے کی تو ایمان کیسے بنے گا۔

حشر میں جو چار سوال ہوں گے ان کا تعلق اعمال سے ہے، وہ یہ ہیں: (۱) عمر کس مشغلہ میں خرچ کی، (۲) جوانی کس کام میں خرچ کی، (۳) مال کس طرح سے کمایا تھا اور کس مصرف میں خرچ کیا، (۴) اپنے علم پر کیا عمل کیا۔

جب زندگی یہود و نصاریٰ کے مشاغل میں خرچ ہوئی ہو، جوانی فلم ٹی وی، ڈش اور دوسری عیاشیوں میں خرچ ہوئی ہو، مال ہر جائز ناجائز طریقہ سے کمایا ہو اور اپنے نفس کی خواہشات پوری کرنے میں خرچ ہوا ہو، علم حاصل ہی نہیں کیا تو عمل کیسا؟ اگر علماء کرام کے طفیل تھوڑا بہت حاصل بھی ہوا ہو تو اپنے کبر کی وجہ سے عمل میں نہ لا سکے ہوں تو ان چاروں سوالوں کے کیا جواب دیں گے۔ زبان دل کے خلاف تو بولے گی نہیں۔

یاد رکھئے کہ یہ ہمارا کبر ہی ہے جو ہمیں اپنے علماء کرام کی باتوں پر کان نہیں دھرنے دیتا، کبر ہی ہماری سب سے بڑی بیماری ہے، جس کا ہمیں احساس ہی نہیں جو اس کا علاج کرائیں، اسی کبر نے ابلیس کو شیطان بنایا کہ اس نے حکم پر اپنی عقل استعمال کی، ہمارے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خوب فرمایا تھا کہ ابلیس میں تین عین تھے یعنی عالم بھی تھا، عابد بھی تھا اور عارف بھی تھا مگر چوتھا عین یعنی عاشق نہیں تھا، اس لئے اس کا عین غین ہوگیا۔

عاشق اپنے معشوق کے احکامات کو اپنے عقلی دلائل سے نہیں پرکھتا بلکہ بے سوچ عمل کرتا ہے، اس لئے ہمیں اللہ اور اس کے رسول کا سچا عاشق بننا چاہئے اور ان کے احکامات پر بے سوچ عمل کرنا چاہئے، آخرت کے ان سوالوں کی تیاری کے لئے ہمارے پاس دو راستے ہیں:

پہلا راستہ:

دین کے احکامات سے روگردانی کرنے والا عموماً کبر کا شکار ہوتا ہے، ہر معاملہ میں اپنی عقل لڑاتا ہے اور دھوکا کھاتا ہے، ابلیس نے بھی دھوکا کھایا، اللہ تعالیٰ سے حشر کے دن تک کی مہلت مانگی کہ میں بنی آدم کو آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے بہکاؤں گا اور جہنم تک پہنچاؤں گا، اوپر سے اور نیچے سے کہنا بھول گیا، اجازت مل گئی، اب ہمارے لئے بس یہی اوپر اور نیچے کے دو راستے ہی محفوظ ہیں کہ سر نیچے زمین پر پڑا ہو اور دل اوپر عرش عظیم کے مالک میں اٹکا ہو، آنکھوں میں آنسو ہوں، زبان پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و بڑائی اور اپنے پچھلے گناہوں اور کوتاہیوں پر شرمندگی کے ساتھ استغفار ہو، اپنی کم مائیگی کے اظہار کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست ہو کہ یہی ہماری کامیابی کی بنیاد ہے۔

دوسرا راستہ:

ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کرام کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکماء امت کے ارشادات کو غور سے سنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مردہ زمین کو موسلادھار بارش سے اور حکماء، دین کے جاننے والے ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔ حضور علیہ السلام کے ارشاد کی روشنی میں ہمیں اپنے علماء کرام اور اکابرین دین سے تعلق مضبوط بنانا چاہئے کہ یہ نبی کے ورثاء ہیں، یہ بینا ہیں ہم نابینا، ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرتے رہنا چاہئے، ان کے بتائے ہوئے طریقوں پر زندگی گزارنے کی پوری کوشش کرنا چاہئے، ان کی کتب اور مواعظ کو غور سے پڑھنا اور سننا چاہئے، ان کی ہر آواز پر لبیک کہنا چاہئے، احکام میں تاویلات نہیں ڈھونڈنا چاہئے۔

ان دو راستوں پر چلنے سے انشاء اللہ ہم آخرت کے سوالات کے جواب دینے کے قابل ہوسکیں گے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو آخرت کی تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆..........☆☆

خوفِ خدا کیسے آئے؟

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے فرمایا: دنیا اور آخرت خدا کے اختیار میں ہے، مگر آخرت کی کوشش پر بدلہ کا وعدہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جو آخرت کے لئے کوشش کرے گا، اللہ اس کو بدلہ دیں گے، لہٰذا آخرت قابل تحصیل ہوئی نہ کہ دنیا، دنیا کے ہر نفع کے اندر کدورت ہے، دنیا کی تکالیف فنا ہو جاتی ہیں ان کو بقا حاصل نہیں اور دنیا کی تکالیف بالکل نقصان دہ نہیں ہوتیں، بلکہ بعض اوقات ان تکالیف میں سینکڑوں منفعتیں دنیا اور دین کی پوشیدہ ہوتی ہیں، دنیا کی تکالیف کے برخلاف آخرت کی تکالیف خالص ہی خالص نقصان دہ ہیں اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں، لہٰذا آخرت کی تکلیفوں سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، آخرت کا نفع جنت ہے اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ اعمال صالحہ ہے، اور آخرت کا نقصان دوزخ ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ بد اعمال سے بچنا ہے، اعمال صالحہ سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں بشرطیکہ سچی توبہ کی جائے، گناہوں سے بچنے کا اہتمام کیا جائے اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کیا جائے، یہ تب ہوگا جب دل میں اللہ کا خوف موجود ہو، دل میں اللہ کا خوف پیدا ہونے سے قلب درست ہو جاتا ہے، قلب کی جب اصلاح ہو جاتی ہے تو باقی سارے افعال اللہ تعالیٰ درست فرما دیتے ہیں اور زبان کی اصلاح سے تمام جوارح کی اصلاح ہو جاتی ہے، توبہ کے اعتماد پر گناہ کرنا حماقت ہے اور ایسا کرنے سے ایمان جانے کا خطرہ ہے، نیک اعمال اور نعمتوں کے حوالے سے اپنے اوپر ناز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ سب کچھ اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے، اللہ کا خوف پیدا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک وقت نکال کر فکر آخرت کو سوچا جائے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ مرنے کے بعد کے سارے واقعات کو سوچا جائے اور اللہ تعالیٰ سے محبت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی نعمتوں کو سوچا جائے کہ اللہ نے ہم پر کیسی کیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ یہ سوچا جائے کہ آپ نے جو مشقتیں دین اسلام کی خاطر اٹھائیں اور ہمارے لئے برداشت کیں اور جو شفقت آپ نے امت پر فرمائی اس کو یاد کیا جائے، جب ساری محبتیں پیدا ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فرمانبرداری خوشی سے ہوگی گراں نہیں گزرے گی۔ (خلاصہ وعظ تسہیل الاصلاح، ج:۲۶)

مولوی محمد عرفان، کراچی

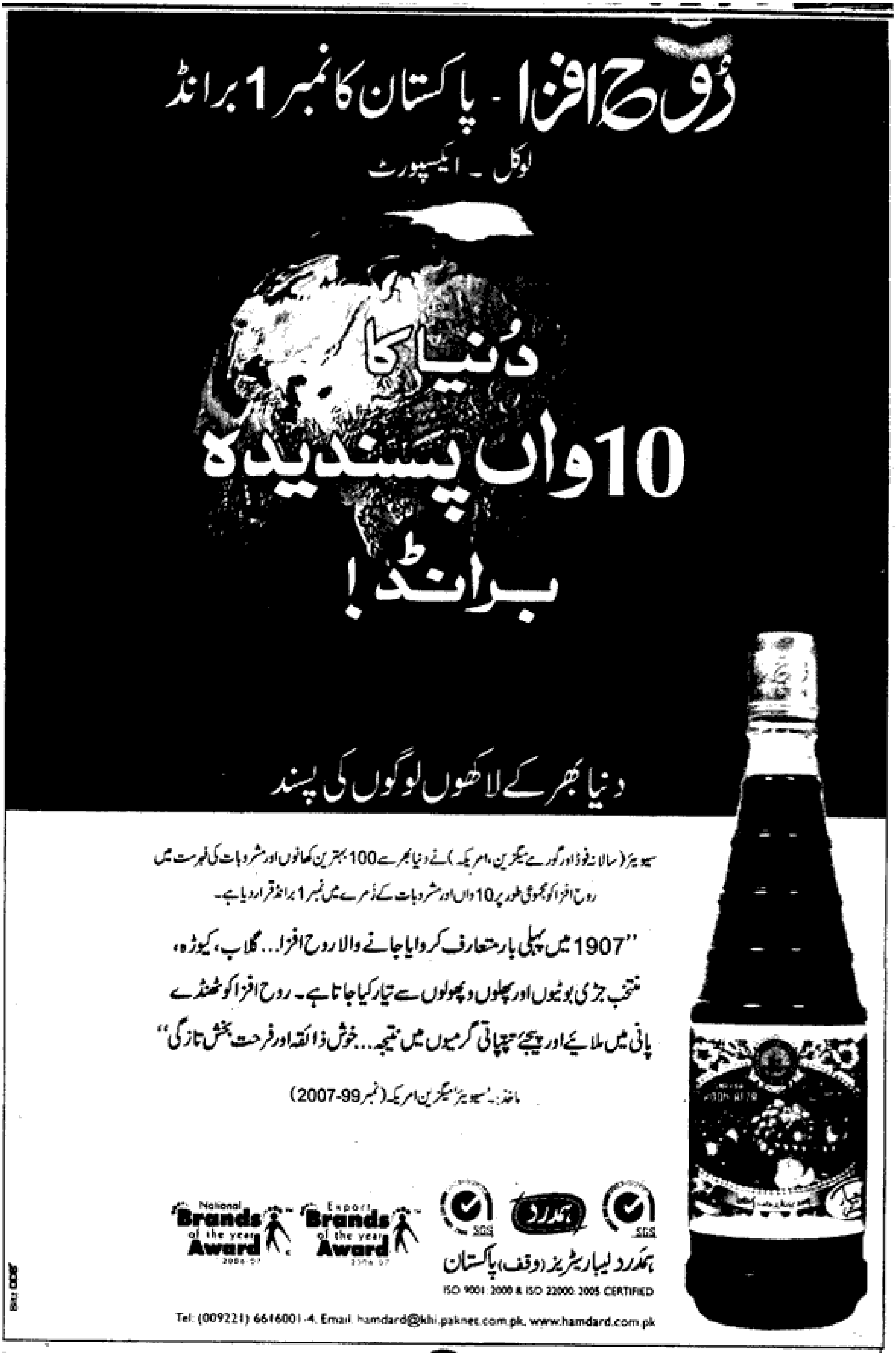
رُوح افزا - پاکستان کا نمبر 1 برانڈ
لوکل ۔ ایکسپورٹ
دُنیا کا
10واں پسندیدہ
برانڈ!
دنیا بھر کے لاکھوں لوگوں کی پسند
سیوییز (سالانہ فوڈ اور گورمے میگزین، امریکہ) نے دنیا بھر سے 100 بہترین کھانوں اور مشروبات کی فہرست میں
روح افزا کو مجموعی طور پر 10 واں اور مشروبات کے زمرے میں نمبر 1 برانڈ قرار دیا ہے۔
”1907 میں پہلی بار متعارف کروایا جانے والا روح افزا... گلاب، کیوڑہ،
منتخب جڑی بوٹیوں اور پھلوں و پھولوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ روح افزا کو ٹھنڈے
پانی میں ملایئے اور پیجئے تپتی گرمیوں میں نتیجہ... خوش ذائقہ اور فرحت بخش تازگی“
ماخذ:۔ سیوییز میگزین امریکہ (نمبر 99-2007)
National Brands of the year Award 2006-07
Export Brands of the year Award 2006-07
SGS
ہمدرد
SGS
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
ISO 9001: 2000 & ISO 22000: 2005 CERTIFIED
Tel: (009221) 6616001-4. Email: hamdard@khi.paknet.com.pk, www.hamdard.com.pk

بزم اطفال

سچائی

تاج عمل خان

سچ ایک ایسی صفتِ خداوندی ہے جسے نصیب ہوجائے روشن قندیل بن کر تاقیامت ضو دکھاتا پھرے، بزرگانِ دین حق وصداقت کے پیکر تھے، انہوں نے اللہ کی معیت کو ساتھ لیا اور سچ کر دکھایا کہ واقعتاً اللہ پاک سچوں کے ساتھ ہیں، اکابرین کی جوانیاں بھی سچی تھیں اور بچپن بھی سچے تھے، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم صادق وامین بن کر ابھرے اور امت کو سچائی کا درس دے گئے کہ سچائی میں خدائی ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نرغے میں ہیں، دشمن کا گھیرا تنگ ہوتا جارہا ہے، استفسار ہوتا ہے آپ کے ساتھ سوار کون جارہے ہیں؟ سچائی اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا کرسکتی تھی، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ محمود کو سینہ میں جگہ دے چکے تھے، فرمانے لگے: ”یہ مجھے راستہ بتانے والے ہیں“ واقعی یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو تھے، جس نے اسے حق کا راستہ بتایا کہ ”الصدق ینجی والکذب یھلک“ سچائی بچاتی ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

ہمیں بھی گریبان میں جھانک کر دیکھنا چاہئے کہ ہمارا یقین کس بات پر ہے، سچ پر یا کہ جھوٹ پر؟ کیا ہم زندگی کی کامیابی کی دیواریں سچ سے کھڑی کرتے ہیں یا کہ جھوٹ میں ہمیں کامیابی نظر آتی ہے، جوابِ نفی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے:

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

ذرا دیکھئے تو سچ کیسی میٹھی چیز ہے، جس کا یقین ہوچلا تھا، وہ تاریخ میں اپنی عزت وناموس کا نقش بچپن سے ثبت کرگیا۔

ایک طفل معصوم جس نے شفقت پدری کی تپش محسوس نہیں کی تھی اور اپنی ماں کے پیار سے اپنے معصوم دل کی ڈھارس بندھاتا تھا اور اپنی زندگی کے شب وروز گزار رہا تھا، اسے اتفاقاً وہ دن بھی دیکھنا نصیب ہوا کہ ماں سے بچھڑنے کا سامان جمع کرنے لگا۔

یہ جدائی دائمی نہیں، بلکہ صرف عارضی تھی، صرف اس امید پر کہ:

”گر آج تجھ سے جدا ہیں تو کل بہم ہوں گے“

یہ چار دن کی جدائی تو کوئی بات نہیں ماں اپنے معصوم لختِ جگر کو یہ کہہ کر اپنی پرنم آنکھوں سے رخصت کررہی ہے کہ: ”بیٹا خدا کے حوالے“ فرزند ارجمند سر نیازِ تسلیم خم کرتا ہے اور نیازمندی کے آنسو آنکھوں میں لاتا ہے، ماں کی زبان سے وہ الفاظ سننے کے لئے بے تاب ہے جس کا وعدہ ماں اس سے لے رہی ہے، ماں بیٹے کو پیار سے چومتی ہے اور کہتی ہے: بیٹے! کبھی جھوٹ نہ بولنا، بیٹا آنکھوں آنکھوں میں اقرار کرتا دکھائی دیتا ہے یہ وہی الفاظ تھے جو دم رخصت ماں کی زبان سے بیٹا سن پایا۔

فرزند ارجمند خود کو خدا کے حوالے کرکے رختِ سفر باندھتا ہے، ماں زادِ راہ کے طور پر ۴۰ درہم بیٹے کے کرتے میں سی دیتی ہے اور رخصت کردیتی ہے۔

عجیب سماں ہے، قافلہ رخصت ہوجاتا ہے، نہ جانے قدرت کو اس بچہ کی معصومیت پر پیار آرہا تھا یا ماں کی محبت کا بھرم کھولنا مقصود تھا، یہ وہ ماں تھی جس نے اپنے بیٹے کو ۵ سال کی عمر میں حافظ قرآن بنایا، یہاں بچے کو لوری دیتی ہے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہے، جب ماں کا دودھ چھوٹتا ہے، بیٹا پون پورے کا حافظ ہے، پانچ سال کی عمر میں حافظ قرآن بنا اور سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کا ماہر کہلایا، صد ہزاراں رحمت ہو، ان مقدس ماؤں پر جو تاریخ کی پیشانی پر مہتاب بن کر ابھریں، سچ ہے امت مسلمہ ایسی ماؤں پر فخر کرتی ہے:

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے گھر کی نگہبانی کرے

قافلہ بیابانوں میں منزل مقصود کی تلاش میں بڑھتا چلا جارہا ہے اور محبت راستہ کی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے دے رہی ہے لیکن اس قافلہ نے تاریخ کے اوراق میں خود کو مزین کرنا تھا، ورنہ قافلے تو ان راستوں نے اور بھی گزرتے دیکھے تھے کوئی ان کا نام لیوا ہی نہیں رہا، لیکن اس معصوم کے طفیل جو اپنی پیشانی میں نور کی کرن لئے ہوئے تھا۔ ڈاکوؤں کے ہاتھوں لٹنا پڑا، ڈاکو بھی بڑے غضب کے تھے، اس معصوم کے نور کی کرن کو شاید بھانپ گئے تھے یا کہ قدرت انہیں بچے کے ہاتھوں ہدایت سے نوازنے کا تہیہ کرچکی تھی:

کسی کے ہاتھ نے مجھ کو سہارا دے دیا ورنہ
کہاں میں اور کہاں یہ راستے پیچیدہ پیچیدہ

”بس بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے“

قافلے کو لٹنا تھا، لٹنا ہی پڑا، لیکن نہیں قافلہ کو لٹنا نہیں تھا، بلکہ ڈاکوؤں کو قافلے کے ہاتھوں لٹنا تھا اور لٹنے کا بہانہ لڑکے سے پوچھنے پر ملا۔

قافلہ لٹ گیا، ایک معصوم کھڑا اس قدرت کے کرشمہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا، خدایا یہ کس انداز ناز کو لئے ہوئے ہیں۔

اسی میں محو خرام ناز تھا کہ ڈاکو کی آواز نے

بزم اطفال

اسے چونکا دیا، آواز میں حاکمیت تھی، تکبر تھا اور غرور تھا لڑکے تیرے پاس کچھ ہے؟

بچہ بے اعتنائی سے ہاں میں جواب دیتا ہے۔

اس ہاں نے ڈاکو کو چونکا دیا، بولا: کیا سچ ہے؟

ہاں! اس میں جھوٹ سے کیا فائدہ۔

ڈاکو حیران ہو کر اپنے سردار کے پاس اس بے وقوف لڑکے کو لے گیا، کیا یہ لڑکا بے وقوف تھا؟ کیا یہ حرکت بے وقوفانہ حرکت تھی؟ نہیں، آج کے دور جدید کے شیدائی بے وقوف کہیں تو کہیں لیکن سچوں کے سچے اسے دانائی کی بنیاد قرار دیتے ہیں، فرماتے ہیں: ”راس الحکمۃ مخافۃ اللّٰہ“ دانائی کی بنیاد خوف خدا ہے۔

جسے خدا سے شناسائی ہو جائے، اسے پھر کیا غم ستا سکتا ہے؟

ڈاکوؤں کا سردار لڑکے سے اس احمقانہ حرکت کے متعلق پوچھتا ہے:

لڑکے تمہارے پاس کچھ ہے؟

لڑکا وہی جواب دیتا ہے، جو پہلے دیا تھا، شاید ان کو یقین نہ آیا، ان کے یقین کو بنانے کے لئے کرتے میں سلی ہوئی نقدی نکال کر ڈاکوؤں کے حوالے کرتا ہے، یہ لو چالیس روپے، جو ماں نے رخصت کے وقت مجھے دیئے تھے، ڈاکو محوِ حیرت انگشت بدندان ہو گئے انہیں ایسا بے وقوف لڑکا زندگی میں پہلی بار ملا تھا لیکن نہیں نہیں، یہ بے وقوف نہیں تھا، یہ تو ہادی تھا جو ان کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا تھا، قدرت بھی عجیب ہے:

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو آئے پیغمبری مل

ڈاکو کہنے لگے: بے وقوف کہیں کے! تو نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا: والدہ نے وقتِ رخصت مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ جھوٹ کے قریب بھی نہ جانا، میں کیونکر جھوٹ بولتا، کیونکہ مومن کی شان یہی ہے کہ وعدہ پورا کرتا ہے اور اس کی کل قیامت کے دن پوچھ ہوگی، پس پھر کیا تھا:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

معصوم کی معصومیت رنگ لائی، سچ نے اپنا اثر دکھایا انہیں خدا سے شناسائی دلائی اور توبہ و تائب ہو کر اللہ کا راستہ اختیار کیا۔

یہ طفل معصوم آج تاریخ میں غوث اعظم، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پاک روحوں کی اتباع نصیب کرے۔ آمین۔

☆☆☆......☆☆☆

شعور ختم نبوت

مولانا قاضی احسان احمد

سوال: بتایئے منکرِ ختم نبوت کی شرعی سزا جو سنت رسول اور اسوہ صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے وہ کیا ہے؟

جواب: منکرِ ختم نبوت کی شرعی سزا صرف اور صرف قتل ہی ہے اور یہ کام حکومت وقت کا ہے۔

سوال: بتایئے مرزا کے متعلق درج ذیل الفاظ کن حضرات نے کہے ہیں:

1...... مرزا قادیانی تاویل کی قینچی سے میری احادیث کو کتر رہا ہے۔

2...... قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا قادیانی ملعون کا طوقِ غلامی اتار کر مسلمان بن کر آئیں تو دل و جان سے ان کی مہمانداری کریں گے۔

3...... جہاں تک مرزا قادیانی کا تعلق ہے، اس کو ایک بار نہیں ہزار بار دجال کہیں گے۔

جواب: 1...... سرکار دو عالم ﷺ کا حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے خواب میں خطاب۔

2...... شاہ فہد بن عبدالعزیز سوئٹزر لینڈ کی قادیانی ایسوسی ایشن کو جواب، جس نے قادیانی سربراہ کو سرکاری طور پر حج کی پذیرائی کے لئے درخواست دی تھی۔

3...... مولانا ظفر علی خان مرحوم۔

سوال: چناب نگر میں مسلمانوں نے پہلی باجماعت نماز کون سی اور کب ادا کی؟

جواب: 26 دسمبر 1974ء کو نماز ظہر پہلی باجماعت نماز ادا کی۔

سوال: چناب نگر میں دفتر ختم نبوت و مسجد کے لئے 9 کنال اراضی کب خریدی گئی؟

جواب: جون 1976ء۔

سوال: ناموس رسالت بل قومی اسمبلی میں کس نے پیش کیا؟

جواب: مرحومہ محترمہ آپا نثار فاطمہ صاحبہ، رکن قومی اسمبلی نے یہ بل پیش کیا۔

سوال: کیا آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ترجمان ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا پتہ بتا سکتے ہیں؟

جواب: جامع مسجد باب الرحمت ٹرسٹ، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔

سوال: 1974ء کی قومی اسمبلی میں مرزا ناصر احمد کے بیان کے جواب میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے ایک بیان مرتب کیا، جو اسمبلی میں پڑھ کر سنایا گیا اور جسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا، کیا آپ اس کا نام بتا سکتے ہیں؟

جواب: اس بیان کا نام ہے: ملت اسلامیہ کا موقف۔

ساحل پہ بھی موجیں اٹھتی ہیں خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

یہ لالہ وگل، یہ صحن وروش ہونے دو جو ویراں ہوتے ہیں
تخریب جنوں کے پردے میں تعمیر گلستاں ہوتے ہیں

بیدار عزائم ہوتے ہیں اسرار نمایاں ہوتے ہیں
جتنے وہ ستم فرماتے ہیں سب عشق پہ احساں ہوتے ہیں

باطل کی ہو کتنی ہی طاقت، باطل کی اطاعت کیا معنی
ایماں پہ فدا ہوجاتے ہیں جو صاحبِ ایماں ہوتے ہیں

آسودۂ ساحل تو ہے مگر شاید یہ تجھے معلوم نہیں
ساحل پہ بھی موجیں اٹھتی ہیں خاموش بھی طوفاں ہوتے ہیں

یہ خون ہے جو مظلوموں کا ضائع تو نہ جائے گا لیکن
کتنے وہ مبارک قطرے ہیں جو صرف بہاراں ہوتے ہیں

جانبازِ محبت جو ہیں جگر مرنے سے نہیں ڈرتے ہرگز
جب وقتِ شہادت آتا ہے دل سینوں میں رقصاں ہوتے ہیں

حضرت جگر مرادآبادی

REGD. NO. SS-160

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعاون

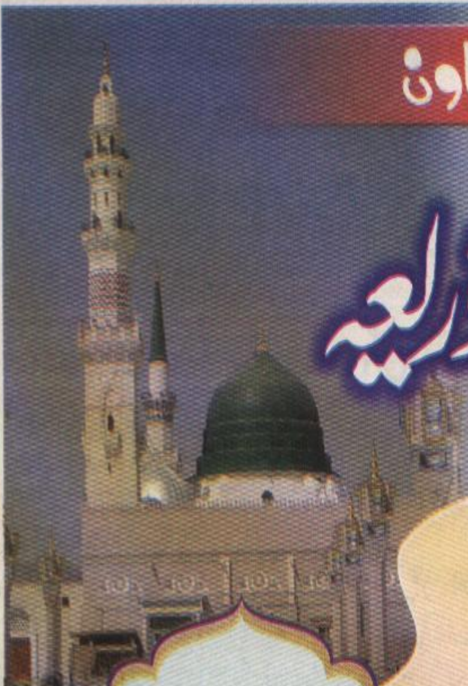

شفاعت نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سد باب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کراچی اور ماہنامہ لولاک ملتان کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

تمام صدقات جاریہ میں شرکت کے لئے
زکوٰۃ، صدقات، فطرہ، عطیات
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
کو دیجیے

نوٹ مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کرا کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جا سکے۔

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان
فون: 22 4583486-45141 فیکس: 4542277
اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان
جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون: 2780337 فیکس: 2780340
اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

اپیل کنندگان

مولانا خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

مولانا عزیز الرحمٰن
ناظم اعلیٰ